رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ؕ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

الفضل

خطبہ نمبر

روزنامہ

قادیان

ایڈیٹر
غلام نبی

THE DAILY
ALFAZL, QADIAN.

ٹیلیفون نمبر ۹۱

قیمت
فی پرچہ ایک آنہ

جلد ۲۵	۲۹ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ	یوم شنبہ	مطابق ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء	نمبر ۲۸۳

خطبہ جمعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریکِ جدید کے دوسرے سالہ دور کا آغاز

تحریکِ جدید کے تمام مطالبات پر عمل کرنے والے صفاتِ الٰہیہ کے مظہر بن سکتے ہیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
میں نے گزشتہ جمعہ میں اس امر کے متعلق خطبہ بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا کو جو پیدا کیا ہے۔ وُہ یونہی نہیں پیدا کیا۔ بلکہ اس کی صفات کا تقاضا تھا۔ کہ دُنیا پیدا کی جاتی۔ اور خصوصاً

انسان کی پیدائش

معرضِ وجود میں آتی۔ چنانچہ انسان کی پیدائش قرآن کریم کے بیان کے مطابق اس لئے ہوئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی چار صفات اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہتی تھیں یہ صفات اپنے منبع کے لحاظ سے تو وُہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آیت افحسبتم انما خلقناکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون۔ فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم میں بیان فرمایا ہے۔ اور بندوں کے تعلق کے لحاظ سے سورۂ فاتحہ میں آیات الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ مالک یوم الدین میں بیان فرمایا ہے۔ گویا پہلی آیت میں چار صفات بطور منبع کے بیان کی گئی ہیں۔ یعنی وہ صفات جنہوں نے دُنیا کی پیدائش کا تقاضا کیا۔ جن کے نتیجہ میں جب انسان کو پیدا کیا گیا۔ تو چار اور صفاتِ الٰہیہ نے انسانوں کی خبرگیری کی۔ گویا تختِ شاہی کے مالک بلند شان والے مہربان رب کی طرف سے جب دُنیا پیدا ہوئی۔ تو وُہ دُنیا کے لحاظ سے رب العالمین بن گیا۔ پھر توحید کامل نے جب اپنا جلوہ دکھانا چاہا۔ تو وہ انسانوں کے لئے رحمانیت کی صفت میں ظاہر ہوئی۔ اور دُنیا کی ہر ضرورت کو اس نے پورا کرکے بتا دیا۔ کہ سوائے اس کے اور کوئی خدا نہیں۔ پھر الحق کی صفت نے جب ظہور کرنا چاہا۔ جو سچے وعدے کرنے والی اور دُنیا کو قائم رکھنے والی ہے۔ تو اس نے رحیمیت کی شکل میں اپنا جلوہ دکھایا اور گو الحق کے معنے قائم رکھنے والے کے بھی ہیں۔ مگر چونکہ اس میں سچائی کے معنے بھی شامل ہیں۔ اس نے اس نے فیصلہ کیا کہ میں صفت رحیمیت کے ماتحت ہر اسی چیز کو قائم رکھوں گا جو سچائی پر مبنی ہوگی اور پھر اس کی نیکی کا بار بار بدلہ دونگا اور اُسے ہمیشہ کی زندگی عطا کروں گا۔ پس اس نے مخلوق میں سے سچ پر قائم ہونے والے وجودوں کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھ کر اپنے الحق ہونے کا ثبوت دیا۔ پھر ملکیت نے چاہا۔ کہ وُہ کوئی قانون جاری کرے۔ اور جب اس نے قوانین جاری کئے تو اس نے کہا۔ اب میں ہر ایک سے حساب لونگا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اس نے قانون کی کس حد تک پیروی کی ہے۔ اور وہ مالک یوم الدین کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تو یہ چار صفات جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ جو خطبہ کے شروع میں مَیں نے پڑھی تھی۔ یہ

سورۃ فاتحہ کی چار صفات کیلئے بطور منبع

ہیں۔ ملک نے جب اپنی جلوہ گری کی تو لازمی طور پر مالک یوم الدین کی صفت انسانوں کے لئے ظاہر ہوئی۔ توحید نے جب اپنا ثبوت دینا چاہا تو لازمی طور پر اسکی رحمانیت کی صفت ظاہر ہوئی اور خدا تعالےٰ کی صفت الحق نے جب اپنا ظہور چاہا تو اس نے رحیمیت کے ذریعہ سے سچائی کے دلدادوں کو ہمیشگی کی زندگی بخشی۔ پھر رب العرش الکریم نے چاہا کہ کوئی ایسی مخلوق ہو۔ جس کی وہ ربوبیت کرے۔ پس اس نے دنیا پیدا کی۔ اور اس کے لئے رب العالمین ہو کر ظاہر ہوا۔ غرض رب العالمین بھی خدا کی صفت ہے۔ اور الرحمٰن بھی خدا کی صفت ہے۔ الرحیم بھی خدا کی صفت ہے۔ اور مالک یوم الدین بھی خدا کی صفت ہے لیکن رب العالمین کی صفت تابع ہے رب العرش الکریم کی صفت کے اگر وہ رب العرش الکریم نہ ہوتا۔ تو رب العالمین بھی نہ ہوتا۔ اور مالک یوم الدین نتیجہ ہے اس کے ملک ہونے کا۔ اگر وہ ملک نہ ہوتا تو مالک یوم الدین بھی نہ ہوتا جس نے کوئی قانون ہی نہ بنایا ہو۔ وہ اس کے متعلق بازپرس کرنے کا بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔ اسی طرح اگر وہ الحق نہ ہوتا اور تمام سچائیوں کا منبع نہ ہوتا۔ اور پھر اس کے اندر دوسری چیزوں کو قائم رکھنے کی طاقت نہ ہوتی۔ تو وہ رحیم بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ رحیمیت کی صفت ہی ہے جو بنی نوع انسان کے سچائی پر قائم ہونے کی وجہ سے انہیں اچھے سے اچھا بدلہ دیتی ہے۔ اور انہیں ہمیشہ کے لئے قائم رکھتی ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں جس کے اندر یہ خوبی ہے۔ کہ اس کے الفاظ اس حقیقت اور فلسفہ کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ جو مُسَمّیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا جن کی مُسَمّیٰ سے امید کی جاتی ہے ایک محاورہ ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ سچائی ہی دائمی زندگی کا موجب ہو جاتی ہے۔ صدق عربی زبان میں سچائی کو کہتے ہیں۔ جس طرح حق سچائی کو کہا جاتا ہے عربی زبان کا محاورہ ہے۔ کہ جب کسی چیز کے دوام پر دلالت کرنا ہو۔ تو اسے صدق کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں۔ لہ قدم صدق جس کے لفظی معنے تو یہ ہیں۔ کہ اسے سچائی کا قدم حاصل ہے۔ لیکن محاورہ میں اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ اسے وہ مقام حاصل ہے۔ جو کبھی جاتا نہ رہے گا۔ اس محاورہ سے ظاہر ہے۔ کہ عربی زبان میں یہ حقیقت لغوی طور پر تسلیم کی گئی ہے۔ کہ سچائی ہی دائمی زندگی بخشتی ہے۔ اس لئے انہوں نے ہمیشہ رہنے کے لئے صدق کا لفظ ہی استعمال کرنا شروع کر دیا پس الحق کی صفت ہی ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ایک اور صفت یعنے رحیمیت اس کے بندوں کے لئے ظاہر ہو۔ تا کہ ان کی سچائی کا بدلہ انہیں ابدی زندگی کی صورت میں ملے۔ غرض اگر اللہ تعالےٰ الحق نہ ہوتا۔ تو الرحیم بھی نہ ہوتا۔ اسی طرح الرحمٰن کی صفت لا الٰہ الا ھو یعنے توحید کامل کے تابع ہے۔ یعنی توحید کامل رحمانیت کے ظہور کا موجب ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوتا۔ تو وہ ہرگز الرحمٰن نہ ہوتا۔ کیونکہ الرحمٰن کے معنے ہیں۔ کہ وہ ہر چیز کی جائز ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ خواہ اس نے کوئی کام کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ایک ہی خدا ہو۔ اگر کئی خدا ہوں تو کسی کی ضرورت کوئی پوری کرے گا۔ اور کسی کی کوئی یا کوئی ضرورت کوئی پوری کرے گا۔ اور کوئی ضرورت کوئی اور۔ میں اپنے پچھلے خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ

توحید کامل کا لازمی نتیجہ

رحمانیت ہے۔ جب کبھی توحید کامل اپنا ظہور کرنا چاہے گی۔ وہ رحمانیت کی صفت میں ہی انسانوں کے سامنے آئے گی۔ اس لئے کہ اگر ہماری ضرورتیں دو وجود پورے کرنے والے ہوں تو توحید کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر پانی کسی خدا نے دیا ہے اور روٹی کسی نے تو توحید کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب ہم اپنی ہر ضرورت خدا تعالےٰ سے پوری ہوتے دیکھیں۔ تو پھر ہماری عقل کہتی ہے۔ کہ اس کے سوا کسی اور خدا کی ضرورت نہیں۔ تو رحمانیت جس کے معنے ہر انسانی ضرورت پورا کرنے کے سامان مہیا کرنے کے ہیں توحید کامل کا نتیجہ ہے یعنی توحید جب مخلوق کے لئے ظاہر ہوگی رحمانیت کے ذریعہ سے ہوگی۔ غرض یہ چاروں صفات جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں ان صفات کی تابع ہیں۔ جو خدا تعالےٰ نے افحسبتم انما خلقنٰکم عبثاً وانکم الینا لا ترجعون فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم میں بیان کی ہیں۔ یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا کو کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ بلکہ اسلئے بنایا ہے۔ کہ ہم ملک ہیں ہم الحق ہیں۔ ہم لا الٰہ الا ھو ہیں ہم رب العرش الکریم ہیں۔ گویا یہ چاروں صفات ہیں جنہوں نے تقاضا کیا کہ ہم اپنے آپکو ظاہر کریں۔ پس ہم نے اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ مگر کس طرح رب العالمین کی صورت میں۔ الرحمٰن کی صورت میں الرحیم کی صورت میں اور مالک یوم الدین کی صورت میں اور یہ چاروں صفات جو سورۃ فاتحہ میں بیان کی گئی ہیں۔ تنزلی صفات ہیں۔ کیونکہ یہ بندوں سے تعلق پر دلالت کرتی ہیں۔ یعنی وہ رب العالمین تبھی ہو سکتا تھا جب عالم موجود ہو۔ اور اس کی وہ ربوبیت کرے۔ کسی ایسے شخص کے متعلق جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ اپنی اولاد کی نہایت اچھی پرورش کرتا ہے پرورش کا لفظ اسی وقت استعمال کیا جائیگا۔ جب اس کے بچے اور دیگر عزیز ہونگے۔ پس رب العالمین ایک تنزلی صفت ہے یعنی صفات الٰہیہ کی وہ جہت ہے۔ جو مخلوق سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح الرحمٰن ہونا بھی بندوں کے وجود کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسی مخلوق نہ ہو جسکو ضروریات لگی ہوئی ہوں۔ تو اس کی ضرورت پورا کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور یہ صفت لا الٰہ الا ھو کی اس جہت کا ظہور ہے۔ جو بندوں سے متعلق ہے۔ پس الرحمٰن بھی تنزلی صفات میں سے ہے۔ پھر رحیم جس کے معنے اچھے کاموں کا بدلہ دینے اور بار بار بدلہ دیتے چلے جانے کے ہیں۔ جسکا نتیجہ انسان کے لئے ابدی زندگی ہے۔ یہ بھی تنزلی صفت ہے۔ کیونکہ اس صفت کے ماتحت ضروری تھا۔ کہ دنیا میں نیک کام کرنے والے لوگ ہوں۔ ورنہ خدا تعالےٰ تو ابد سے ہے۔ اور وہ اپنی ذات میں قائم ہے۔ اس کا کسی کو قائم رکھنا اور اسے ہمیشہ کی زندگی دینا تبھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ جب ایسے لوگ ہوں۔ جو فنا ہو جانے والے ہوں۔ لیکن باوجود ان کے فانی ہونے کے وہ ان کو قائم رکھے۔ اور اس طرح الرحیم کہلائے پس الرحیم کی صفت بھی الحق کے تابع ہے۔ اور تنزلی صفات میں سے ہے۔ یعنی وہ صفات جو مخلوق کے متعلق ہیں۔ اسی طرح مالک الدین ہونا بھی بتاتا ہے۔ کہ کوئی مخلوق ہو۔ جس میں الٰہی قانون جاری کیا جائے۔ اور پھر اس قانون کے مطابق اس سے حساب لیا جائے۔ اور پھر نیک کاموں پر جزا اور برے کاموں پر سزا دی جائے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ اپنی ذات کے اندر ہی فیصلے کرتا رہتا ہے فیصلہ تو بہرحال دوسروں کے معاملات کا ہی ہوتا ہے پس مالک یوم الدین بھی تنزلی صفات میں سے ہے۔

رمضان میں ختم درس قرآن کریم کی دُعا

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اس سال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ رمضان میں درس قرآن کریم کے ختم ہونے پر انشاء اللہ ۱۸ر دسمبر بروز ہفتہ مابین نماز عصر و مغرب مسجد اقصےٰ میں دُعا فرمائیں گے۔ یعنے حضور پہلے آخری سورتوں کا درس دیں گے۔ اور اس کے بعد حاضر الوقت احباب قادیان کی معیت میں دعا فرمائیں گے۔ بیرونجات کے احباب بھی اپنی اپنی جگہ اجتماع کر کے اس دعا میں ایک گونہ شرکت اختیار کر سکتے ہیں ؂

ناظر تعلیم و تربیت

298

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنے جن کا ظہور مخلوق سے وابستہ ہے (یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ صفات میں سے وُہ جو بالبداہت ایک بالفعل موجودات اور مخلوقات پر دلالت کرتی ہوں۔ وُہ تنزلی صفات ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات میں ایک مخلوق کے وجود کو اور پھر اس سے اللہ تعالےٰ کے سلوک کو ظاہر کرتی ہیں۔ گویا ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کریم سے اترتا ہے۔ تا اپنی مخصوص صفات کو بندوں کے لئے ظاہر کرے۔ اور تنزیہی صفات وُہ ہیں۔ جو بالبداہت کسی مخلوق کے وجود پر دلالت نہیں کرتیں۔ اور ان کا خیال مخلوق کے خیال کے بغیر بھی کیا جاسکتا ہے جیسے خدا تعالےٰ کا سچائی محض ہونا ہے یعنے الحق ہونا۔ یا لا الٰہ الا ھو ہونا۔ یا ایک لفظ سے یہ مفہوم ادا کیا جائے۔ تو اس کا احد ہونا۔ اسی طرح کامل الصفات ہستی کا ملک ہونا۔ رب العرش الکریم ہونا ۔ یا حیّ ہونا یا العظیم ہونا اور اسی طرح اور صفات ہیں۔ جن کو ذہن میں لاتے ہُوئے کسی مخلوق کی طرف ذہن کا انتقال ضروری نہیں ہوتا)

غرض یہ چاروں صفات تشبیہی اور تنزلی ہیں۔ جن میں اللہ تعالےٰ کا فعل بہت حد تک بندوں کے افعال سے ملتا جلتا ہے۔ اور ان کا ظہور ان چار صفات کے تقاضا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ جو آیت زیر تشریح میں بیان ہوئی ہیں۔ اور اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مجملاً ذکر کیا ہے۔ کہ ان چار صفات نے انسانی پیدائش کا تقاضا کیا۔ جس پر ہم نے انسان کو پیدا کیا۔ نہ کہ بلا وجہ اور فضول:۔

اب ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ جبکہ ان چاروں صفات کے نتیجہ میں انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ ان کا پرتو ظلی طور پر انسان پر پڑے ۔ ورنہ ان صفات کا ظہور انسان کے ذریعہ سے ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ میں جیسا کہ گزشتہ جمعہ میں بیان کرچکا ہوں۔ کہ یہ چاروں صفات تنزلی صورت میں انسان کے اندر پائی جاتی ہیں۔ انسان کے اندر خدا تعالےٰ نے ملک والی صفت بھی رکھی ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ مالک یوم الدین کا مظہر بنتا ہے۔ اس کے اندر الحق والی صفت میں رکھی ہے وُہ بھی سچ کو قبول کرتا۔ اور سچائی کے مقابلہ میں دُنیا کی ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔ پھر رحیمیت والی صفت بھی انسان کے اندر رکھی گئی ہے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اپنے آپ کو لا الٰہ الا ھو کہا تھا۔ اس کی تنزلی صورت یعنے رحیمیت بھی انسان میں پائی جاتی ہے۔ پھر رب العرش الکریم کی تنزلی صورت یعنے رب العالمین ہونا اس کا پرتو بھی انسانی روح پر پڑا ہے۔ اور اس کا مظہر بننے کی قابلیت بھی اس میں موجود ہے

غرض یہ چاروں صفات ایسی ہیں کہ اگر انسان چاہے۔ تو وُہ ان کا مظہر بن سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ کوئی بنے یا نہ بنے۔ مگر خدا نے ہر شخص کو یہ قابلیت دے دی ہے۔ اور وہ اگر چاہے تو رب العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم اور مالک یوم الدین کی صفات کا مظہر ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص کہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ سو ایسے لوگوں کو میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ

ملکیت کی قابلیت

کا ہر انسان میں پیدا کیا جانا۔ تو ظاہر ہی ہے۔ اور اس صفت کا اتنا غلبہ ہے کہ دُنیا میں ناقابل سے ناقابل انسان کو بھی مجازی طور پر بادشاہ بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ بلکہ جتنا کوئی ناقابل ہو۔ اتنا ہی اسے اپنا حکم چلانے کی زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ اور وہ اپنا مشورہ دینے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ پھر بادشاہت ایک نظام چاہتی ہے۔ اور انسان بھی ملک ہوکر قانون بناتا۔ اور مالک یوم الدین ہوکر قاضی بنتا۔ اور لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ہر انسان اس نظام کی پابندی کے لئے مدنی الطبع بنایا گیا ہے:۔

پھر انسان میں

الحق کی صفات

بھی موجود ہیں۔ چنانچہ انسان ہی وُہ وجود ہے۔ جو سچائی کو اس کی انتہائی حد تک پہونچا دیتا ہے۔ اور سچائی کے قیام کے لئے اتنی عظیم الشان قربانی کرتا ہے۔ جس کی مثال کسی اور مخلوق میں نہیں مل سکتی۔ امت محمدیہ میں ایسے کئی اولیاء ہوئے ہیں۔ جنہوں نے سچائی کے لئے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ خود ہماری جماعت میں حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کا واقعہ موجود ہے۔ آپ کابل میں اس قدر رسوخ اور عزت رکھتے تھے۔ کہ بادشاہ حبیب اللہ خان کو گدی پر بٹھانے کا کام انہی کے سپرد کیا گیا تھا جب وُہ احمدی ہوئے۔ اور اس کا علم بادشاہ کو اور باقی عمائد کو ہوا۔ اور مولویوں نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگا دیا۔ تو بادشاہ کو چونکہ ان کے رسم تاجپوشی ادا کرنے کی وجہ سے ان کا ادب منظور تھا۔ اس لئے ان کو بُلایا۔ اور کہا۔ کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں۔ میں اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ مولوی بہت شور مچاتے ہیں اس لئے آپ خاموشی اختیار کرلیں تاملک میں جو شور برپا ہے۔ وُہ بند ہوجائے۔ میں اس کے بدلہ میں آپ سے بہت کچھ حسن سلوک کروں گا۔ مگر انہوں نے حبیب اللہ خان صاحب کو صاف جواب دے دیا۔ کہ مجھے اس کی پروا نہیں۔ کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ مجھے خدا نے پہلے سے ہی میرا انجام بتا دیا ہے۔ اور میں سچی بات کہنے سے کبھی رک نہیں سکتا۔ اور جو بات مجھے حق دکھائی دیتی ہے وہ میں کسی کے کہنے سے نہیں چھپا سکتا آخر علماء نے آپ کو سنگسار کرنے کا فیصلہ کردیا۔ اور اس کی تعمیل میں آپ کو میدان میں لے جایا گیا۔ اس وقت بادشاہ نے مولویوں سے کہا۔ کہ پہلے تم پتھر مارو۔ اس کے بعد مَیں ماروں گا۔ کیونکہ اس کی سنگساری کا فتوےٰ تم نے دیا ہے مجھے معلوم نہیں۔ کہ یہ فعل سنگساری کے قابل ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ بادشاہ آپ ہی پہلا پتھر آپ پھینکیں اسکے بعد ہم پھینکیں گے بادشاہ نے کہا۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر شریعت کا تمہیں ہی علم ہے۔ اور تمہارا ہی حق ہے۔ کہ ابتدا کرو۔ میں تمہارا تابع ہوں گا۔ کیونکہ مجھے علم نہیں۔ کہ یہ سزا جائز ہے۔ یا ناجائز۔ اسی دوران میں بادشاہ پھر

مولوی عبد اللطیف صاحب شہید

کے پاس گیا۔ اور انہیں کہا۔ کہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ آپ دل میں بے شک جو چاہیں بات رکھیں لیکن ظاہر میں کہدیں کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ تا ملک میں جو شور ہے۔ وہ دُور ہوجائے۔ میں ان مولویوں سے کہدونگا کہ انہوں نے توبہ کرلی ہے۔ اور آپ سنگساری سے بچ جائیں گے۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ میں اس قسم کی باتیں نہیں جانتا خدا نے مجھے سچائی دی ہے۔ اور میں اسے کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ تب بادشاہ نے مولویوں سے کہا۔ کہ اب مجبوری ہے۔ یہ کسی طرح بھی ہماری بات نہیں مانتے۔ تم ان پر پتھر چلاؤ۔ چنانچہ انہوں نے چاروں طرف سے آپ پر پتھر برسانے شروع کردیئے۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہوگئے۔ بعض دیکھنے والے کہتے ہیں۔ کہ جب آپ پر چاروں طرف سے پتھر برسائے جارہے تھے۔ تو وُہ اللہ تعالےٰ سے یہ دعا کرتے جاتے تھے۔ کہ خدایا میری قوم پر اپنا عذاب نازل نہ کرنا۔ کیونکہ یہ جہالت سے یہ کام کررہی ہے:۔

یہ سچائی کا نمونہ ہے۔ جو ہماری جماعت میں بھی موجود ہے۔ اور اس سے پہلے اولیائے امت میں بھی اس کے بڑے بڑے نمونے موجود ہیں۔ بڑی عمر کے آدمیوں کو جانے دو۔

سید عبد القادر صاحب جیلانی

کو ہی دیکھو۔ وہ ابھی بچے تھے۔ کہ ان کی والدہ نے انہیں اپنے ماموں کے پاس ایک قافلہ کے ساتھ بھیجا۔ چونکہ ان دنوں سفر میں بہت کچھ مشکلات حائل تھیں۔ اور ڈاکے بڑی کثرت سے پڑتے تھے۔ اسلئے انہوں نے چالیس اشرفیاں ان کی گدڑی میں سی دیں تا اس سرمایہ سے وہ کوئی کام کرسکیں۔ یہ قافلہ جب ایک جنگل سے گزر رہا تھا۔ تو اس پر بعض ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ اور اس کا سامان لوٹ لیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اتفاقاً کوئی ڈاکو ان کے پاس سے بھی گزرا۔ اور اس نے پوچھا میاں کچھ تمہارے پاس بھی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں چالیس اشرفیاں میرے پاس موجود ہیں۔ وہ یہ سنکر حیران سا رہ گیا۔ اور اسے ان کی بات پر یقین نہ آیا۔ کیونکہ انہوں نے گدڑی پہنی ہوئی تھی۔ اور غربت کے آثار ظاہر تھے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا مخول نہ کر تیرے پاس چالیس اشرفیاں کہاں سے آسکتی ہیں۔ اور یہ کہہ کر وہ انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر کسی دوسرے ڈاکو نے ان سے یہی سوال کیا۔ تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا مگر اسے بھی ان کی بات پر یقین نہ آیا۔ آخر کسی نے اپنے افسر سے اس کا ذکر کیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو پکڑ کر لاؤ۔ چنانچہ وہ انہیں اپنے افسر کے پاس لے گئے۔ اور جب اس کے سامنے ان کی گدڑی پھاڑی گئی۔ تو اس میں سے واقعہ میں چالیس اشرفیاں نکل آئیں۔ وہ ڈاکوؤں کا افسر سید عبد القادر صاحب جیلانی سے کہنے لگا۔ کہ تم نے یہ کیا بیوقوفی کی کہ اپنی اشرفیوں کا ہمیں پتہ دے دیا۔ اگر تم کہہ دیتے۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں تو ہمیں تمہاری بات کا یقین آجاتا۔ اور ہم میں سے کسی کا ذہن بھی اس طرف منتقل نہ ہوتا۔ کہ تمہاری گدڑی میں اشرفیاں ہیں۔ وہ اس وقت بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ بعض کہتے ہیں بارہ تیرہ سال عمر تھی۔ مگر جب ڈاکوؤں کے سردار نے یہ بات کہی۔ تو وہ کہنے لگے جب میری گدڑی میں اشرفیاں موجود تھیں۔ تو میں کس طرح کہہ دیتا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ان کی اس بات کا ڈاکوؤں پر ایسا اثر ہوا۔ کہ انہوں نے اسی وقت ڈاکہ سے توبہ کی۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی پنجابی شاعر نے سید عبد القادر صاحب جیلانی کی تعریف میں کہا ہے کہ

ع چوروں قطب بنایا

غرض سچائی جب ایک بچہ کے دل میں بھی داخل ہو جاتی ہے۔ تو اسے ایسا دلیر بنا دیتی ہے۔ کہ وہ تمام دنیا کے مقابلہ میں نڈر ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے پھر جو

ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ انہیں دیکھ لو۔ مکی زندگی میں ابوطالب جو آپ کے چچا تھے۔ آپ کی بہت حفاظت کرتے تھے۔ اور چونکہ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ اس لئے قریش مکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس طرح دق نہیں کر سکتے تھے۔ جس طرح وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دق کیا کرتے تھے۔ آخر جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وعظ و نصیحت کو سن سن کر انہوں نے محسوس کیا۔ کہ اسلام بڑھتا جاتا ہے۔ اور اگر اسے جلدی روکا نہ گیا۔ تو اس کا مٹانا مشکل ہو جائیگا تو وہ سخت غیظ و غضب سے بھر گئے اور وہ ایک وفد کی صورت میں ابوطالب کے پاس آئے۔ اور انہیں کہا۔ کہ آپ کے بھتیجے نے ہمیں سخت دق کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے بتوں کو گالیاں دیتا اور ایک خدا کا وعظ کرتا رہتا ہے۔ آپ اسے سمجھائیں۔ کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اور اگر وہ نہ رکے۔ تو آپ اس سے الگ ہو جائیں۔ اور ہم پر اس کا معاملہ چھوڑ دیں۔ ہم خود اسے روک لیں گے۔ اور اگر آپ ان سے الگ ہونے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو مجبوراً ہمیں آپ کی سرداری کو بھی جواب دینا پڑے گا۔ اور پھر اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ ابوطالب اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ اور جن قوموں میں قبائلی زندگی ہوتی ہے۔ وہ اپنی سرداری کی بڑی قیمت سمجھتی ہیں۔ ابوطالب نے جب یہ بات سنی۔ تو وہ گھبرا گئے۔ اور انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا۔ اے میرے بھتیجے اب قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ اور قریب ہے کہ تجھے ہلاک کر دیں۔ اور ساتھ ہی مجھے بھی۔ میں نے ہمیشہ تیری حفاظت کی کوشش کی۔ مگر آج میری قوم کے افراد نے مجھے صاف طور پر کہہ دیا ہے۔ کہ یا اپنے بھتیجے سے الگ ہو جا اور اگر الگ ہونے کے لئے تیار نہیں تو ہم آپ کی سرداری کو بھی جواب دے دیں گے۔ اب ہم میں برداشت کی زیادہ طاقت نہیں رہی۔ ابوطالب کے لئے یہ ایک ایسا امتحان کا وقت تھا۔ کہ باتیں کرتے کرتے انہیں رقت آگئی۔ اور ان کی تکلیف کو دیکھ کر رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اے چچا میں آپ کے احسانات کو بھول نہیں سکتا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ نے میری خاطر بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ لیکن اے چچا مجھے خدا تعالےٰ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے اگر آپ کو اپنی تکلیف کا خیال ہے۔ تو اپنی پناہ واپس لے لیں۔ خدا نے مجھے سچائی دی ہے جسے میں کبھی چھوڑ نہیں سکتا اگر وہ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں بھی لا کر رکھ دیں۔ تب بھی میں اس تعلیم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھے ملی ہے یہ الفاظ کوئی معمولی الفاظ نہیں تھے۔ آج بھی یورپ کے معاند مورخین جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات لکھتے ہوئے اس مقام پر پہونچتے ہیں۔ تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ اور وہ یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب جھوٹ بولنے والے نہ تھے۔ اور انہیں اس تعلیم کی سچائی پر پورا یقین تھا۔ جو وہ لائے تھے پھر ابوطالب کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جس نے خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ کلمات سنے۔ ابوطالب مسلمان نہ تھے مگر جس وقت انہوں نے سچائی کے متعلق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ یقین دیکھا۔ تو وہ بے اختیار کہہ اٹھے۔ کہ اے بھتیجے مجھے قوم کی کوئی پرواہ نہیں میں تیرے ساتھ ہوں۔ تو شوق سے اپنا کام کرتا چلا جا۔

غرض اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر سچائی کا وہ مادہ رکھا ہے۔ کہ

سچائی پر قائم ہوتے ہوئے انسان

کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ جانور بھی جھوٹ نہیں بولتا۔ جھوٹ صرف انسان کی ایجاد ہے۔ مگر جانور کا سچ بالکل اور قسم کا ہوتا ہے۔ اس کا سچ طبعی ہوتا ہے۔ مگر انسان کا سچ ایمانی ہوتا ہے۔ اس لئے جو انسان راستباز ہوتا ہے۔ وہ ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے مقابلہ میں ایک کروڑ آدمی ہیں یا دس کروڑ۔ وہ نظارہ دنیا کے لئے ایک حیرت انگیز نظارہ ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان کھڑے ہو کر ساری دنیا کو چیلنج کر رہا ہوتا ہے۔ مگر وہ کیا چیز ہے۔ جو اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے صرف حق ہوتا ہے۔ جس کی طاقت پر وہ ساری دنیا کو للکارتا ہے۔ غرض یہ خاصیت اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر پیدا کی ہے۔ کہ وہ سچائی کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ پھر الحق کے دوسرے معنی دنیا کو قائم رکھنے والے کے ہیں۔ اور اس کا بہترین نمونہ بھی انبیاء علیہم السلام کا وجود ہوتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ کا غضب دنیا کے گناہوں کی وجہ سے بھڑکنے والا ہوتا ہے۔ تو اس وقت خدا تعالےٰ کا الحق ہونا فوراً اپنے نبی کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے۔ اور کہتا ہے اس وجود کے ہوتے ہوئے میں اس دنیا کو کیونکر تباہ کر دوں۔ پس ان کا وجود دنیا کے لئے ایک حرز اور تعویذ ہوتا ہے۔ اور ان کی وجہ سے دنیا بہت سے مصائب اور اللہ تعالےٰ کے غضب کا نشانہ بننے سے محفوظ رہتی ہے۔ اسی طرح لا الٰہ الا ھو ہے۔ یہ توحید کا مقام بھی ایسا ہے۔ کہ جو شخص اس مقام کو دیکھ لیتا ہے۔ خود

توحید کے مقام پر

کھڑا ہو جاتا ہے۔ آپ کہیں گے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان اللہ تعالےٰ

299

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی توحید کا مظہر ہو جائے۔ مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ جس کا سمجھنا آپ لوگوں کے لئے مشکل ہو۔ بالکل قریب زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ الہام نازل ہو چکا ہے۔ کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ کہ اے مسیح موعود تیرا میرے ساتھ وُہی تعلق ہے۔ جو توحید کا مجھ سے تعلق ہے گویا تو لا اله الا ھو کا مظہر ہے۔ اور جیسے مجھے لا اله الا ھو پیارا ہے اسی طرح مجھے تو پیارا ہے۔ تو توحید کے مقام کے یہ معنے ہیں۔ کہ جس مقام پر پہونچکر اللہ تعالےٰ یہ فیصلہ کر دیتا ہے۔ کہ اب دُنیا میں میرا پیارا صرف ایک ہی وجود ہے اس کے سوا میں کسی کی پروا نہیں کرتا یہ وُہی بات ہے۔ جو بعض احادیث قدسیہ میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ کہ لولاک لما خلقت الافلاک۔ کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ساری دُنیا تیری مٹھی میں آ گئی ہے۔ جدھر تیرا ہاتھ اُٹھے گا۔ ادھر ہی میرا ہاتھ اُٹھے گا۔ جدھر تیری نظر ہوگی۔ ادھر ہی میری نظر ہوگی۔ یہ توحید کا مقام ہے۔ جو اصل مقام تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے لیکن ظلی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ مقام حاصل ہوا ہے۔ پھر یوں بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم توحید کے مظہر تھے۔ کہ جیسی توحید محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم کی ویسی توحید قائم کرنا تو الگ رہا۔ کسی دوسری قوموں نے اس رنگ میں توحید کو سمجھا بھی نہیں۔ یہ اس تفصیل کا موقعہ نہیں۔ ورنہ میں بتاتا۔ کہ دُنیا نے توحید کو سمجھا ہی نہیں۔ توحید وہی ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی پھر یہ بھی

توحید کا مقام

تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم تھے۔ یعنی دُنیا کے تمام انسانوں میں سے افضل و اعلےٰ ہیں۔ اور آئندہ بھی کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جننا۔ جو آپ کے درجہ کی بلندی کو پہونچ سکے۔ پھر اس لحاظ سے بھی آپ توحید کے مقام پر تھے۔ کہ خدا تعالےٰ کے حضور اس کی توحید سے آپ نے ایسا تعلق قائم کیا۔ کہ دُنیا و مافیہا آپ کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور خدا ہی خدا آپ کو نظر آنے لگ گیا۔ گویا ایک آپ کا وجود تھا۔ اور ایک خدا کا۔ انسانی وجودوں میں سے واحد وجود آپ کا تھا۔ اور خدا تو ایک ہے ہی۔ اور پھر اس لحاظ سے بھی۔ آپ توحید کے مقام پر تھے۔ کہ توکل کا اعلےٰ مقام آپ کو حاصل تھا۔ اور آپ کی نظر خدا کے سوا اور کسی کی طرف نہ اُٹھتی تھی۔

پھر

صفتِ رب العالمین کا مادہ

بھی خدا تعالےٰ نے ان میں پیدا کیا اور اُسے اتنا وسیع کیا۔ اتنا وسیع کیا۔ کہ ہر ماں اور ہر باپ اپنے بچہ کی ربوبیت کر رہا ہے۔ پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا۔ کہ آپ اس صفت کے کامل مظہر تھے۔ اور دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں۔ جو آپ کے احسان سے باہر رہ گئی ہو۔ مخلوق میں سے اہم جنس حیوان ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انسانوں پر رحم کیا۔ بلکہ آپ کے دائرہ شفقت میں دوسرے حیوانات بھی آ گئے اور آپ نے ان کی بہتری کے لئے اپنی امت کو کئی احکام دیئے ہیں۔ مثلاً آپ نے فرمایا۔ کہ

آزاد جانوروں کو باندھ کر مت رکھو

اور اگر باندھ کر رکھتے ہو۔ تو ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔ اس حکم کے ماتحت ہر شخص جو کسی جانور کو اپنے گھر میں باندھ کر رکھتا ہے۔ وہ اس بات پر مجبور ہے۔ کہ اسے کھانے پینے کے لئے دے۔ اور اگر نہیں دیگا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ دوزخ میں جائیگا۔ پھر جانوروں پر آپ نے اس قدر رحم کیا۔ کہ فرمایا۔ کسی جانور کو کسی دوسرے جانور کے سامنے ذبح مت کرو۔ تا اسے تکلیف نہ ہو۔ کسی جانور کو کند چھری سے ذبح نہ کرو۔ اسی طرح جانور کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع کیا۔ جانور پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے روکا۔ اسی طرح مونہہ پر داغ دینے کی ممانعت کی۔ اور فرمایا۔ اگر داغ لگانا ہی ہو۔ تو پیٹھ پر لگاؤ۔ غرض جو فرائض اللہ تعالےٰ کی طرف سے جانوروں کیلئے مقرر ہیں۔ ان کے سوا باقی ہر قسم کی تکلیف سے آپ نے انہیں محفوظ کر دیا۔ اور پھر جو زیادہ سے زیادہ رحم جانوروں پر کیا جا سکتا تھا۔ وُہ بھی آپ نے کیا۔ اور فرمایا۔ جو جانور پالتو نہیں۔ دانے وغیرہ چگتے رہتے ہیں۔ ان کو دانے وغیرہ ڈال دینا بھی ثواب کا موجب ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ایک شخص تھا جو جانوروں کو دانے ڈالا کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ کو اس کی یہ نیکی ایسی پسند آئی۔ کہ اس نے اسی نیکی کے عوض اُسے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

غرض آپ کے احسانات سے حیوانات بھی باہر نہیں۔ اور انسان بھی باہر نہیں۔ انسانوں میں سے مرد اور عورت کو لے لو۔ پہلی قوموں نے مردوں کے متعلق بے شک قوانین تجویز کئے تھے۔ مگر

عورتوں کے حقوق

کا انہوں نے [illegible] نہیں کیا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ پہلے انسان ہیں۔ جنہوں نے یہ تعلیم دی۔ کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ہیں۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے بھی بہت سے حقوق ہیں۔ جو مردوں کو ادا کرنے چاہئیں۔ پھر ہر شعبۂ زندگی میں عورت کی ترقی کے راستے آپ نے کھولے۔ اسے

جائداد کا مالک

قرار دیا۔ اس کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھا۔ اس کی تعلیم کی نگہداشت کی۔ اس کی تربیت کا حکم دیا۔ اور پھر فیصلہ کر دیا۔ کہ جس طرح جنت میں مرد کے لئے ترقیات کے غیر متناہی مراتب ہیں۔ اسی طرح جنت میں عورتوں کے لئے بھی غیر متناہی ترقیات کے دروازے کھلے ہیں۔ پھر

مردوں کی مختلف شاخیں

ہیں۔ کبھی مرد بحیثیت باپ ہوتا ہے کبھی مرد بحیثیت بھائی ہوتا ہے۔ کبھی مرد بحیثیت بیٹا ہوتا ہے۔ اور کبھی مرد بحیثیت خاوند ہوتا ہے۔ اسی طرح عورت کبھی بحیثیت ماں ہوتی ہے کبھی بحیثیت بیٹی کے۔ کبھی بحیثیت بہن کے۔ اور کبھی بحیثیت بیوی کے۔ پھر مرد کبھی معلم ہوتا ہے۔ کبھی متعلم۔ عورت بھی کبھی معلمہ ہوتی ہے۔ اور کبھی متعلمہ۔ پھر عورت کبھی دودھ پلانے والی ہوتی ہے اور کبھی دودھ پینے والی۔ کبھی مرد دودھ بلونے والا ہوتا ہے۔ کبھی خود دودھ پینے والا۔ یعنی چھوٹا بچہ ہوتا ہے۔ پھر مرد و عورت خریدار بھی ہوتے ہیں۔ اور بیچنے والے بھی ہوتے ہیں۔ وُہ محنت کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور مزدوری دینے والے بھی ہوتے ہیں۔ معاہدہ کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اور معاہدہ لینے والے بھی ہوتے ہیں۔ حاکم بھی ہوتے ہیں۔ اور محکوم بھی ہوتے ہیں۔ غرض ہر قسم کی زندگی مردوں سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ اور عورتوں سے بھی۔ ان تمام شعبوں میں خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ مردوں کو بھی احکام دیئے۔ اور عورتوں کو بھی۔ پھر انسانوں میں قوموں۔ مذہبوں اور حکومتوں کے تفاوت کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے لڑائیاں ہوتی ہیں۔ مگر جہاں

فینسی بوسکی

قمیضوں کیلئے یہ ریشمی فینسی بوسکی لیڈیز اور جنٹلمینوں کیلئے فیشن ایبل کپڑا ہے

امیروں رئیسوں جاگیرداروں کیلئے شریفانہ لباس ہے اس کا ڈیزائن دلفریب اسکی لچک دلاویز ہے قیمت ۹ گز تین روپیہ محصولڈاک ۸ر کل -/8/3 عید کیلئے بہترین چیز ہے

مینیجر دی مورننگ سٹار سپلائی سٹور ۳۳ لودیانہ پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گھمسان کی لڑائی

ہو رہی ہوتی ہے۔ جہاں کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ وہاں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ کہ بے شک میرے ماننے والے مسلمان ہیں۔ اور نہ ماننے والے کافر۔ مگر دیکھو میں رب العالمین کا مظہر ہوں۔ دیکھنا ان کفار میں سے کسی عورت کو نہ مارنا۔ دیکھنا ان میں سے کسی بچے کو نہ مارنا۔ دیکھنا ان کے کسی پنڈت پادری یا راہب کو قتل نہیں کرنا۔ دیکھنا باغات نہ جلانا معبد نہ گرانا۔ پھلدار درخت نہ کاٹنا دیکھنا جھوٹ اور فریب سے کام نہ لینا۔ دیکھنا کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرنا جس نے تمہارے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیئے ہوں۔ دیکھنا زخمی کو نہ مارنا۔ دیکھنا کسی کو آگ سے عذاب نہ دینا۔ دیکھنا کفار کا مثلہ نہ کرنا۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا یہ سب احکام جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیئے یہ مسلمانوں کے لئے تو نہیں تھے۔ یہ کفار کے لئے تھے۔ آخر مسلمانوں نے مسلمانوں کے ناک کان اور ہاتھ نہیں کاٹنے تھے انہوں نے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں نہیں جلانا تھا۔ وہ اگر مثلہ کر سکتے تھے۔ یا آگ سے عذاب دے سکتے تھے تو کافروں کو۔ پس یہ احکام مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے نہیں تھے۔ بلکہ

کفار کی خیر خواہی کے لئے

تھے۔ اور ان کے آرام اور بچاؤ کے لئے یہ سب سامان تھے گویا تمثیلی زبان میں اگر ہم ان واقعات کو بیان کریں۔ تو اس کا نقشہ یوں کھینچا جا سکتا ہے۔ کہ مسلمان ایک لمبے عرصہ تک کفار کے مظالم برداشت کرنے کے بعد جب تلواریں سونت سونت کر کفار پر حملہ آور ہوئے۔ تو وہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو مسلمانوں کو کفار سے لڑا رہے تھے۔ یہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ دشمنوں کے آگے بھی کھڑے ہیں۔ اور مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں۔ کہ ان پر یہ سختی نہ کرو۔ وہ سختی نہ کرو۔ گویا محمد صلے اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کے لشکر کی ہی کمان نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ آپ کفار کے لشکر کی بھی کمان کر رہے تھے۔ اور اسے بھی مسلمانوں کے حملہ سے بچا رہے تھے۔ پس لڑائیوں میں بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صفت رب العالمین کا مظہر ہونے کا ثبوت نظر آ رہا ہے۔ پھر

غلاموں پر بھی آپ نے احسان

کیا۔ اور فرمایا جو شخص کسی غلام کو مارتا ہے وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اس کا فدیہ یہ ہے۔ کہ وہ اسے آزاد کر دے آپ نے فرمایا اپنے غلام سے وہ کام نہ لو۔ جو وہ کر نہیں سکتا۔ اور اگر زیادہ کام ہو۔ تو خود ساتھ لگ کر کام کراؤ اور اگر تم اس کے لئے تیار نہیں تو تمہارا حق نہیں کہ اس سے کام لو۔ اسی طرح اگر غلام کے لئے تمہارے مونہہ سے کوئی گالی نکل جاتی ہے۔ تو تمہارا فرض ہے کہ اسے فوراً آزاد کر دو۔ غرض مزدور اور آقا کے لحاظ سے بھی آپ نے صفت رب العالمین کا مظہر بن کر دنیا کو دکھا دیا آپ نے ایک طرف مزدور کو کہا کہ اے مزدور تو حلال کما۔ اور محنت سے کام کر اور دوسری طرف آقا سے کہا کہ اے محنت لینے والے تو حد سے زیادہ اس سے کام نہ لے۔ اور اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی مزدوری اسے دے۔ اسی طرح تجارتوں کے متعلق اور لین دین کے معاملات کے متعلق بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے احکام دیئے ہیں۔ اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی احسان نہ ہو۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ موجودہ لوگوں پر تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ احسانات کئے۔ آپ کے پہلوں پر کیا احسان ہیں سو ایسے لوگوں کو میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے احسانات نہ صرف موجودہ نسل اور آئندہ آنے والی نسلوں پر ہیں بلکہ ان لوگوں پر بھی ہیں جو آپ سے پہلے گزر چکے۔ آپ جس زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ تمام انبیاء پر مختلف قسم کے الزامات لگائے جاتے تھے۔ تم مجھے ایک ہی نبی ایسا بتا دو۔ جس پر کوئی الزام نہ لگایا گیا ہو۔

ہر نبی پر الزام لگا

اور انہی قوموں نے ان پر الزام لگایا جو ان انبیاء کو ماننے والی تھیں۔ حضرت عیسے علیہ السلام پر بھی الزام لگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر بھی الزام لگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی الزام لگا۔ اور عیسائیوں نے تو حضرت عیسے علیہ السلام کو مستثنےٰ کرتے ہوئے کہہ دیا۔ کہ سب نبی چور اور بٹ مار تھے۔ مگر حضرت عیسے علیہ السلام کی نیکی بھی ان کی نگاہ میں کیا تھی۔ انہوں نے مونہہ سے تو کہہ دیا۔ کہ حضرت عیسے علیہ السلام بے گناہ تھے مگر تفصیلات میں وہ ان پر الزام لگانے سے بھی باز نہیں آئے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ کسی کا گدھا بے پوچھے لے گئے۔ اور اس پر سواری کرتے پھرے۔ لوگوں کو گالیاں دیتے تھے۔ اور انہیں حرام کار اور بدکار کہتے تھے۔ وہ لوگوں کے گناہ اٹھا کر صلیب پر لٹک گئے۔ اور اس طرح نعوذ باللہ من ذالک لعنتی بنے اور تین دن دوزخ میں رہے۔ وہ لوگوں کے سوروں کے گلے بغیر ان کے مالکوں کو کوئی قیمت دینے کے تباہ کر دیا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں مسیحی کتب میں لکھی ہیں پھر ہندوؤں کو لے لو۔ وہ حضرت کرشن اور حضرت رام چندر کو اپنا اوتار مانتے ہیں مگر رام چندر جی کا سیتا سے جو سلوک بیان کرتے ہیں۔ وہ اگر ایک طرف رکھ لیا جائے۔ اور دوسری طرف ان کی بزرگی اور نیکی دیکھی جائے۔ تو یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انہوں نے اتنا بڑا ظلم کیا ہو۔ مگر وہ حضرت رام چندر کی طرف بے دریغ یہ ظلم منسوب کرتے جاتے ہیں۔ پھر حضرت کرشن کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ مکھن چرا چرا کر لے جایا کرتے تھے حالانکہ وہ

خدا تعالےٰ کے نبی

تھے۔ غرض تمام انبیاء پر بیسیوں الزامات لگائے جاتے تھے۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی ذات ہے جس نے تمام انبیاء سے ان اعتراضات کو دور کیا۔ اور بتلایا۔ کہ یہ لوگ نیک پاک اور راستباز تھے۔ ان پر الزام نہیں لگانا چاہیئے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف موجودہ اور آئندہ نسلوں پر احسان کیا۔ بلکہ

پہلے لوگوں پر بھی احسان کیا

جو وفات پا چکے تھے۔ اور ان کی قوموں پر بھی احسان کیا۔ جب ایک یہودی کو بتا دیا جائے۔ کہ تمہارے بزرگ تمام نقائص سے پاک تھے۔ تو اس کی گزشتہ تاریخ کتنی صاف ہو جاتی ہے۔ اور وہ کیسی خوشی کے ساتھ ان بزرگوں کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرے گا۔ یہی حال عیسائیوں کا ہے۔ اور یہی حال دوسری قوموں کا ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی قوم کی ترقی کے راستے کھولے۔ بلکہ دوسری قوموں کی روایات کو بھی صاف کیا۔ اور ان کے سامنے بھی ان کے بزرگوں کے اعلےٰ نمونے پیش کئے۔ جن کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے وہ عظیم الشان ترقی کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے

ملائکہ پر بھی احسان کیا

طرح طرح کے الزام تھے جو ان پر لگائے جاتے تھے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ نے فرمایا یفعلون ما یؤمرون کہ ملائکہ گنہگار نہیں۔ ان کے اندر خدا تعالےٰ نے انکار کا مادہ ہی نہیں رکھا۔ انہیں جو بھی حکم ملے۔ اس کی وہ اطاعت کرتے ہیں۔ پس ان پر کسی قسم کا الزام لگانا اور یہ کہنا کہ انہوں نے بھی فلاں گناہ کیا سخت ظلم ہے۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

دنیا کے ہر گنہگار پر احسان

کیا۔ اور اس کے دل کو خوشی سے لبریز کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے ساری دنیا یہ کہا کرتی تھی۔ کہ گنہگار ہمیشہ کے دوزخ میں گرائے جائیں گے۔ اور جو شخص ایک دفعہ جہنم میں چلا گیا۔ پھر وہ وہاں سے نہیں نکل سکیگا

300
Digitized by Khilafat Library Rabwah

گویا دنیا گنہگاروں کو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس کرتی تھی۔ اور توبہ کا دروازہ اس پر بند تبلاتی تھی۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کتنا ہی گنہگار ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ اسے معاف کرنے کیلئے تیار ہے۔ بیشک گنہگاروں کے گناہ بہت بڑے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کا رحم اس سے بھی بڑا ہے۔ پس تم اس بات سے مت گھبراؤ۔ کہ تم گناہوں میں ملوث ہو۔ تم توبہ کرو کہ خدا آج بھی تمہیں معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ کتنی امید ہے۔ جو گنہگاروں کے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی۔ کتنی امنگ ہے جو آپ نے ان کے قلوب میں پیدا کر دی۔

غرض رب العالمین کی صفت اعلیٰ درجہ کے کمال کے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوئی۔ اور ان سے اتر کر امت محمدیہ کے اور بہت سے اولیاء و صلحاء میں ظاہر ہوئی۔ اور ظاہر ہوتی رہتی ہے

غرض یہ چاروں صفات جو اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہیں۔ انہی کے ماتحت

دنیا میں امن

قائم ہو سکتا ہے۔ اگر قانون نہ ہو اور پھر اس قانون کا نفاذ نہ ہو۔ تو ہرگز امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر صحیح رنگ میں تربیت نہ ہو اور اہلی اور عائلی زندگی درست نہ ہو تب بھی امن مفقود ہوتا ہے۔ اور کبھی بھی راحت انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں محض حکومت کے قوانین کی پابندی سے امن قائم نہیں ہوتا۔ بلکہ امن اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان کی اہلی اور عائلی زندگی ہر قسم کے جھگڑوں اور مناقشات سے پاک ہو تم چوری نہیں کرتے۔ تم ڈاکہ نہیں ڈالتے تم قتل اور خونریزی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ اور یہی چیز ہے جو حکومت تم سے چاہتی ہے۔ اسی طرح اگر تم لوگوں کا مال نہیں لوٹتے۔ تو حکومت کے قانون کی نظر میں تم پُر امن ہو لیکن اگر گھر میں تمہاری روزانہ لڑائی رہتی ہے۔ تو حکومت کا کوئی قانون ایسا نہیں جو تمہیں اس لڑائی سے روکے۔ لیکن کیا اس لڑائی کو دور کئے بغیر امن ہو سکتا ہے؟ اگر میاں بیوی کے تعلقات اچھے نہیں اور اگر ان تعلقات کو اچھے رکھنے کے ذرائع موجود نہیں تو دنیا کی پُر امن سے پُر امن حکومت بھی افراد کے لئے پُر امن نہیں ہو سکتی۔ حکومت اپنے نظام سے یہ کر دے گی۔ کہ بازاروں میں قتل و خونریزی کو روک دے۔ وہ سرحدوں پر امن قائم کر سکتی ہے۔ مگر وہ گھروں میں امن قائم نہیں کر سکتی۔ اگر دنیا میں مائیں اپنے بچوں کی اچھی تربیت نہ کریں۔ اور بچے اپنی ماؤں سے حسن سلوک نہ کریں۔ بھائی اپنی بہنوں سے محبت نہ کریں۔ اور بہنیں اپنے بھائیوں سے عمدہ سلوک نہ کریں۔ تو کیا کوئی حکومت ہے جو اس میں دخل دے سکے۔ کبھی کوئی حکومت اس میں دخل نہیں دیگی۔ مگر کیا کبھی اس کے بغیر امن قائم ہو سکتا ہے۔ تم بہتر سے بہتر قانون بنا دو اور تعزیرات ہند تو کیا چیز ہے۔ اس سے بھی اعلیٰ تعزیرات مقرر کر دو۔ بہتر سے بہتر افسروں کا انتخاب کرو۔ اعلےٰ سے اعلےٰ فوجیں تیار کرو۔ جو دشمنوں کو سرحدوں پر ہی روک دیں اور اسے آگے بڑھنے نہ دیں۔ تم دیانتدار سے دیانتدار پولیس کے آدمی مقرر کرو لیکن اگر گھر میں بھائی بہن ناراض ہیں یا باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے ناراض ہے خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے خفا ہے۔ تو کوئی قانون اس ناراضگی کو دور نہیں کرا سکتا۔ اور جب تک یہ ناراضگی دور نہ ہو کوئی قانون گھروں میں امن اور دلوں میں اطمینان پیدا نہیں کر سکتا۔ نہ محبت قائم ہو سکتی ہے۔ نہ صلح اور آشتی ہو سکتی ہے۔ نہ راحت میسر آ سکتی ہے نہ آرام حاصل ہو سکتا ہے اعلیٰ درجہ کے وزراء امراء اور افسروں کی موجودگی کے باوجود عائلی اور اہلی زندگی کی خرابی اطمینان اور امن کو مٹا دیتی ہے۔ ہاں جب تربیت صحیح ہو اور اہلی اور عائلی زندگی درست ہو تو پھر یہ دونوں چیزیں مل کر ایک حد تک امن قائم کر سکتی ہیں۔ لیکن پھر بھی پورا امن قائم نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان کے اندر یہ اطمینان پیدا نہ ہو کہ میری زندگی عبث اور فضول نہیں بیشک تم دنیا کا نظام اعلیٰ سے اعلےٰ بنا دو۔ بیشک تم اپنی فوجوں کو مضبوط بنا دو بیشک اپنی طاقت کو اسقدر بڑھا لو۔ کہ کوئی دشمن تم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے بیشک تمہاری پولیس نہایت ہوشیار اور فرض شناس ہو۔ پھر بیشک تمہاری اہلی زندگی بھی ہر قسم کی خلش سے پاک ہو بیوی خاوند کی عاشق ہو تو خاوند بیوی کا بیشک ہمسایہ ہمسایہ کی خبر گیری کرنے والا ہو بیشک استاد شاگرد سے محبت رکھتا ہو اور شاگرد استاد کی [illegible] بیشک تاجر دیانتداری سے سودا دیتے ہوں اور بیشک ہر قسم کے آرام اور ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہوں۔ لیکن اگر انسان کے دل میں یہ خلش موجود ہو۔ کہ وہ کیوں پیدا کیا گیا اور اس کا کیا انجام ہے۔ تو پھر بھی دنیا میں کبھی

حقیقی امن

قائم نہیں ہو سکتا۔ اس خلش کو دور کرنے کے لئے جب تک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم انسان کے سامنے پیش نہ کی جائے جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نظارے اس کے سامنے نہ رکھ دئے جائیں جب تک ہم اسے یہ بتا نہ دیں کہ یہی زندگی اس کا اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصل زندگی وہ ہے۔ جب وہ مرنے کے بعد اپنے رب کے سامنے پیش کیا جائیگا اور خدا اُسے کہے گا۔ کہ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کہ اے میرے بندے میں نے تجھے بے انتہا انعامات دینے ہیں۔ میں نے تیری روح ہمیشہ قائم رکھنی ہے۔ بیشک تیری دنیوی زندگی۔ ہزاروں مایوسیوں ہزاروں ناکامیوں اور ہزاروں بیماریوں کی آماجگاہ تھی لیکن یاد رکھ کہ وہی تیری زندگی نہیں تھی۔ بلکہ اصل زندگی وہ ہے۔ جو اب تجھے میں دیتا ہوں اور جو ہر قسم کی تکلیفوں اور ہر قسم کی ذلتوں اور ہر قسم کے تنزل سے محفوظ ہے۔ آ اور اب میری جنت میں داخل ہو جا۔ اس وقت تک اس کا دل اطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں جب یہ خیال کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے جب وہ سمجھتا ہے۔ کہ میری زندگی عبث نہیں۔ بلکہ یہ ایک عظیم الشان زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ اور اصل زندگی وہ ہے۔ جو میری موت کے بعد شروع ہوگی۔ تب وہ اپنے دل میں حقیقی اطمینان اور حقیقی امن محسوس کرتا ہے۔ اور اس وقت وہ صرف اپنی پیدائش پر ہی خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی موت پر بھی خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ موت اسلئے نہیں۔ کہ مجھے تباہ کرے بلکہ اسلئے ہے۔ کہ وہ مجھے چھوٹی جگہ سے اٹھا کر ایک بلند مقام پر پہنچا دے۔ کیا تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی شخص تحصیلدار سے ای اے سی ہو گیا ہو۔ یا ڈپٹی کمشنر سے کمشنر ہو گیا ہو یا کمشنر سے فنانشل کمشنر ہو گیا ہو۔ یا فنانشل کمشنر سے گورنر ہو گیا ہو۔ اور وہ بجائے خوش ہونے کے رونے لگ گیا ہو۔ اسی طرح مومن اپنی موت پر روتا نہیں بلکہ خوش ہوتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ مجھے انعامات ملنے کا وقت آ گیا۔ لیکن جو شخص روتا ہے۔ وہ اس لئے روتا ہے۔ کہ اس نے زندگی محض دنیوی حیات کو سمجھ رکھا تھا اور اس نے دیکھا کہ اس زندگی کا بیشتر حصہ ناکامی اور بدمزگی میں گزر گیا اور اسے کچھ بھی لطف نہ آیا۔ مگر جو شخص جانتا ہے۔ کہ یہ

دنیا کی زندگی ایک امتحان کا کمرہ ہے

وہ اس کمرہ سے نکلتے وقت خوشی محسوس کرتا ہے۔ جس طرح وہ لڑکا جو اچھے پرچے کر کے آتا ہے۔ خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن جب دنیا کے امتحان کے کمرہ سے اچھے پرچے کر کے نکلتا ہے۔ تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ ایک رحیم ہستی میرے سامنے ہے۔ جس نے مجھ سے بے انتہا انعامات کا اقرار کیا ہوا ہے۔ اب میں اس کے پاس جاؤں گا۔ اور اس سے انعام لوں گا۔ جیسے یونیورسٹی کی ڈگریاں لینے کے لئے جب طالب علم جاتے ہیں۔ تو وہ بھڑکیلے لباس اور گاؤن وغیرہ پہن کر جاتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح وہ مومن جو اللہ تعالےٰ کی رحمت اور اس کے عظیم الشان فضلوں پر ایمان رکھتا ہے۔ جب مرنے لگتا ہے تو اس کا دل بلیوں اچھل رہا ہوتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ میں اپنے رب کے پاس ڈگری لینے چلا ہوں۔ میں اپنے رب سے انعام لینے چلا ہوں۔ جب تک یہ امید انسان کے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک دنیا میں کبھی بھی حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

غرض انسان میں اللہ تعالےٰ نے [illegible] رکھی ہیں۔ اور اس کا یہ فرض مقرر کیا ہے۔ کہ وہ ان چار صفات کا مظہر بنے۔ مگر یہ کام ہو نہیں سکتا۔ جب تک ایک نظام نہ ہو۔ اسی نظام کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کو بھیجتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ ایسی حکومت قائم کرے۔ جن کے افراد الٰہی صفات کے مالک ہوں۔ جو اس نے بیان کی ہیں۔ پس جب تک کوئی شخص ان تمام ذمہ واریوں کو سمجھ کر مذہب قبول نہیں کرتا۔ اس وقت تک اس کا مذہب میں شامل ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔ اور اسے بعض دفعہ ایسی ٹھوکر لگتی ہے۔ کہ اسکی زندگی محض ایک لطیفہ بن کر رہ جاتی ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ کہ اس میں ایک لطیفہ آگیا۔ لکھا تھا۔ کہ ایک شخص نے جو سخت بھوکا تھا۔ ایک دفعہ چند لوگوں کو جو اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہیں جاتے دیکھا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ یہ غالباً دعوت پر جا رہے ہیں میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں جب یہ کھانا کھانے لگیں گے۔ تو میں بھی وہیں سے کھانا کھا لوں گا۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ جاتے جاتے وہ بادشاہ کے دربار میں پہونچے۔ اور انہوں نے اس کی تعریف میں قصائد پڑھنے شروع کر دیئے۔ تب اسے پتہ لگا۔ کہ یہ تو شاعر ہیں۔ اور اپنے اپنے قصائد سنانے آئے ہیں۔ چنانچہ ہر شاعر نے اپنی اپنی باری اُٹھ کر قصیدہ سنانا شروع کر دیا۔ یہ اب سخت حیران ہوا۔ کہ میں کیا کروں۔ شعر کہنے کی اس میں قابلیت نہیں تھی۔ مگر طبیعت لطیفہ سنج تھی۔ جب سب شاعر اپنے اپنے قصائد سنا چکے اور بادشاہ سے انعام لے کر گھروں کو روانہ ہو گئے تو بادشاہ اس سے مخاطب ہوا اور کہا کہ اب آپ قصیدہ شروع کریں۔ یہ کہنے لگا۔ حضور میں شاعر نہیں ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔ حضور میں وہی ہوں جس کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر آتا ہے۔ کہ والشعراء یتبعهم الغاوٗن کہ شاعروں کے پیچھے غاوی آیا کرتے ہیں۔ وہ شاعر تھے۔ اور میں غاوی ہوں قرآن کریم کی اس آیت کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ

شاعروں کے پیچھے چلنے والے

گمراہ لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ شاعر کوئی حقیقت بیان نہیں کرتے۔ کبھی رنج کی بات پر شعر کہہ دیں گے۔ کبھی خوشی کی بات پر کبھی کچھ کہہ دیتے ہیں کبھی کچھ۔ ان کا کوئی اصول نہیں ہوتا۔ تو ایسے لوگوں کے پیچھے چلنے والے غاوی ہی ہوتے ہیں نیک آدمی جو حقیقت کا متلاشی ہوتا ہے شعراء کے پیچھے نہیں جاتا۔ لیکن اس نے اپنی بات میں لطیفہ پیدا کرنے کے لئے کہا۔ کہ شاعروں کے پیچھے غاوی آیا کرتے ہیں۔ آپ مجھے غاوی سمجھ لیجئے۔ بادشاہ کو اس کا یہ لطیفہ پسند آگیا۔ اور اس نے حکم دے دیا۔ کہ اسے بھی کچھ انعام دے دیا جائے۔ یہ تو ایک لطیفہ ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ایسا آدمی جو مذہب کی حقیقت سمجھ کر مذہب میں شامل نہیں ہوتا۔ غاوی ہی ہوتا ہے۔ وہ چند مسائل سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ احمدیت انہی چند مسائل کو مان لینے کا نام ہے۔ وہ مسلمان ہوتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ مسلمان ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا جائے اور وہ یہ نہیں سمجھتا۔ کہ

لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر

سارا قرآن ہے۔ اس سارے قرآن پر عمل کئے بغیر وہ کس طرح مسلمان بن سکتا ہے۔ جس طرح انسان کسی ایک عضو کا نام نہیں۔ بلکہ انسان مجموعہ ہے ناک کا کانوں کا آنکھوں کا مونہہ کا گردن کا سر کا سینہ کا دھڑ کا ہاتھوں کا اور پاؤں وغیرہ کا۔ اور ان میں سے کوئی چیز الگ نہیں ہو سکتی۔ نہ ہاتھ الگ ہو سکتے ہیں نہ پاؤں الگ ہو سکتے ہیں۔ نہ سر الگ ہو سکتا ہے نہ دھڑ الگ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے ہر انسان کو مسلمان کا نام حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ایسا ہی نام ہے جیسے اعضاء کے مجموعہ کا نام انسان ہے۔ جس طرح ان اعضاء کے بغیر انسان نہیں۔ اسی طرح ان تفاصیل کے بغیر اسلام نہیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک مفرد شے نہیں۔ بلکہ وہ

چار اعضاء روحانی کا نام

ہے الملک کے بروز کا اور الحق کے بروز کا اور توحید کے بروز کا اور ربوبیت کے بروز کا۔ یعنے انسان کو لا الٰہ الا اللہ کہنے والا تب کہا جا سکتا ہے۔ جب وہ رب العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم اور مالک یوم الدین کا مظہر ہو۔ اگر کوئی شخص ان صفات کو اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔ اور محض زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے چلا جاتا ہے۔ تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی ایسی چیز کو آدمی آدمی کہتا رہے۔ جس کا نہ دل ہو نہ دماغ ہو۔ نہ ہاتھ ہوں۔ نہ پاؤں ہوں نہ آنکھیں ہوں نہ مونہہ ہو۔ یہ لوگ بھی گویا غاوی ہوتے ہیں۔ جو احمدیت میں داخل تو ہو جاتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ کہ احمدیت میں داخل ہونے کے کیا اغراض و مقاصد ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں ان پر کس قدر ذمہ واریاں عائد ہونے والی ہیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ احمدیت میں داخل ہو کر ہمیں اس دنیا میں کچھ انعام مل جائیگا اسی لئے جب انہیں کوئی کام بتایا جاتا ہے جب ان پر کوئی ذمہ واری ڈالی جاتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ہمیں تو یہ خیال نہیں تھا۔ کہ احمدیت میں داخل ہو کر اس قدر بوجھ پڑ جائیں گے۔ ہم نے تو سمجھا تھا۔ کہ ہم جب احمدی ہو گئے۔ تو ہمیں انعام مل جائے گا۔ حالانکہ جس دن وہ احمدیت میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اس لئے نہیں ہوئے تھے۔ کہ اُن میں انعام تقسیم کیا جائے گا۔ بلکہ اس لئے ہوئے تھے۔ کہ وہ

اپنی جانیں اور اموال اسلام کے لئے قربان

کر دیں گے۔ پس جب لوگوں کو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آؤ اور مسلمان ہو جاؤ۔ یا یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آؤ اور احمدی ہو جاؤ۔ تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ آؤ اور روٹیاں کھاؤ۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ آؤ اور سر کٹواؤ۔ اور جب کوئی شخص سر کٹوانے آگیا۔ تو اسے انعام کی ہوس کہاں رہی۔ کہتے ہیں جب اوکھلی میں سر دیا تو موہلوں کا کیا ڈر۔ جب کوئی شخص اوکھلی میں اپنا سر دے دیتا ہے۔ تو اسے اس بات کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ کہ وہ پیسا جاتا ہے یا کچلا جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرماتا ہے۔ کہ تو لوگوں پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔ اگر

کسی شخص پر جبر

کیا جائے۔ اور اسے زبردستی مذہب میں داخل کیا جائے۔ تو وہ بعد میں کہہ سکتا ہے کہ میں اپنی خوشی سے شامل نہیں ہوا۔ تم نے جبر کیا۔ اور میں نے مان لیا۔ لیکن جب ہم دلائل دیتے ہیں۔ اور دلائل پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ جس کا جی چاہتا ہے۔ ان دلائل کو سنکر ہمارے اندر شامل ہو جائے اور جس کو شرح صدر نہیں وہ شامل نہ ہو۔ تو اس کے بعد جو شخص ہمارے اندر شامل ہوتا ہے وہ یہ ارادہ لے کر آتا ہے کہ میں اپنا سر دیدونگا۔ مگر اس راستہ سے جس کو میں نے سچا تسلیم کر لیا ہے۔ پیچھے قدم نہیں ہٹاؤنگا۔ پھر جو شخص سر دیدیتا ہے اسکا یہ حق کہاں باقی رہ جاتا ہے۔ کہ وہ کسی حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کر سکے۔ ہاں یہ سر دینا جاہلانہ نہ ہو۔

301
Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ خودکشی کی اور مر گئے۔ بلکہ سر دینے سے مراد اپنے جذبات کی قربانی اپنے احساسات کی قربانی اپنے علم کی قربانی اپنے اموال کی قربانی اور اپنی خواہشات کی قربانی ہے البتہ اگر کسی وقت

تلوار سے جہاد

بھی شروع ہو جائے تو اس وقت ظاہری طور پر اپنی جانیں قربان کرنا بھی ضروری ہوگا۔ لیکن ایسا جہاد بہت کم ہوتا ہے۔ اور یہ جہاد انسانی زندگی کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ اگر حساب لگایا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ انسانی زندگی کا کروڑ منٹ اور کاموں میں خرچ ہوا ہے۔ مگر ایک منٹ صرف جہاد پر خرچ ہوا ہے۔ پس سر کٹوانے سے وہ سر کٹوانا مراد نہیں بلکہ اپنے نفس کی کل طاقتوں کو خدا تعالیٰ کے احکام کے تابع کر دینا ہے۔ اور انسان کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کو کلیتہً تابع کر دے۔ رب العالمین کی صفت کے ماتحت وہ اپنے نفس کو کلیتہً تابع کرے رحمان کی صفت کے ماتحت۔ وہ اپنے نفس کو کلیتہً تابع کر دے۔ رحیم کی صفت کے ماتحت اور وہ اپنے نفس کو کلیتہً تابع کر دے مالک یوم الدین کی صفت کے ماتحت۔ جو جماعت اور جو قوم یہ کام کر لیتی ہے۔ وہی کامیابیاں اور عروج دیکھنے کی مستحق ہوتی ہے۔ اور یہی غرض میری تحریک جدید سے ہے۔ چنانچہ تحریک جدید کے تمام مطالبات اسی لئے ہیں۔ کہ تم

اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی صفات کا مظہر بناؤ

مثلاً جب میں نے کہا جاؤ اور باہر تبلیغ کے لئے نکل جاؤ تو میں نے یہ حکم رب العالمین کی صفت کے ماتحت دیا اور اس لئے دیا تا تم بھی صفت رب العالمین کے مظہر بن جاؤ۔ کیونکہ کچھ قومیں پیاسی ہیں۔ انہیں پانی پلاؤ وہ تاریکیوں میں بھٹکتی پھر رہی ہیں تم انہیں وہ نور پہنچاؤ جو خدا تعالےٰ نے تمہیں دیا ہے۔ اور جسطرح رب العالمین تمام جہان کی ربوبیت کرتا ہے۔ اس طرح تم بھی نکلو اور تمام دنیا کو اپنی روحانی تربیت کی آغوش میں

لے لو۔ پھر جب میں نے چندے کی تحریک کی تو وہ بھی رب العالمین اور مالک یوم الدین کی صفت کے ماتحت تھی۔ کیونکہ ملک کے لئے خزانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کوئی قوم اس وقت تک اپنا نظام درست نہیں کر سکتی جب تک اس کے پاس خزانہ موجود نہ ہو۔ پھر جب میں نے امانت فنڈ کی تحریک کی۔ تو وہ بھی صفت رب العالمین کے ماتحت کی کیونکہ رب العالمین کی صفت اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کہ سب زمانوں پر نظر رکھی جائے۔ اور آج کی ضرورتوں کے پورا کرنے کا ہی خیال نہ کیا جائے۔ بلکہ کل کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا جائے۔ اللہ تعالےٰ رب العالمین ہے۔ اس نے یہ نہیں کیا۔ کہ جن چیزوں کی انسان کو ضرورت ہے وہ اس نے آج پیدا کی ہوں۔ بلکہ کروڑوں کروڑ سال پہلے اس نے یہ چیزیں تیار کرنی شروع کر دی تھیں۔ اسی طرح ہمارا بھی فرض ہے۔ کہ ہم بھی کل کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کے لئے آج سے تیاری شروع کر دیں۔ اور اسی وجہ سے میں نے امانت کی تحریک جاری کی۔ پھر جب میں نے کہا کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرو تو یہ بھی رب العالمین کی صفت کے ماتحت تھا۔ کیونکہ رب العالمین کی صفت کے ماتحت کوئی شخص اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والا نہ ہو۔ ربوبیت کا تعلق ماں باپ والی خدمت سے ہے اور ماں باپ کی خدمت چندہ سے نہیں بلکہ ہاتھوں سے ہوتی ہے۔ بعض بیمار مائیں بیشک اپنے بچہ کو دودھ نہیں پلاتیں اور وہ اس بات پر مجبور ہوتی ہیں کہ نوکروں سے خدمت لیں مگر تندرست مائیں ہمیشہ اپنے بچوں کی اپنے ہاتھ سے خدمت کرتی ہیں۔ خواہ ان کے ایک نہیں دس پچاس اور سو نوکر بھی ہوں۔ ملکیت کی زندگی کے ماتحت بیشک خدمتگاروں سے کام لیا جا سکتا ہے۔ مگر صفت رب العالمین کے ماتحت ضروری ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے ہاتھ سے کام کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے قدموں کے نیچے ہزاروں انسان اپنی آنکھیں بچھانے کیلئے تیار رہتے۔ اور جن کی خدمت کیلئے ہزاروں لوگ موجود تھے انہیں جب ہم اپنی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ تو یہ دکھائی دیتا ہے۔ کہ رسول کریم

صلے اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر جھکتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ عائشہ رضؓ میری پیٹھ پر پیر رکھ کر فلاں نظارہ دیکھ لو۔ پھر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو حضرت حسنؓ جو ابھی چھوٹے بچے تھے آتے اور جب آپ سجدہ میں جاتے تو گردن پر چڑھ کر بیٹھ جاتے۔ جب آپ سجدہ کے بعد کھڑے ہونے لگتے تو انہیں اپنی گودی میں لے لیتے۔ پھر رکوع میں جاتے تو اتار دیتے اور جب پھر سجدہ میں جاتے تو وہ پھر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے۔ صحابہ ایک دفعہ یہ دیکھکر حضرت حسن پر ناراض ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے دو بچوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ انکے شفیق بنو۔ غرض گو دنیا جہاں کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کر رہے تھے اور دنیا جہان بھی آپ کے لئے ہر چیز قربان کرنے کیلئے تیار تھی۔ مگر حضرت حسن کے ساتھ سلوک ایک جداگانہ رنگ رکھتا تھا۔ جو سلوک آپؐ سے حسن کرتے تھے کسی اور کا بچہ کرتا تو شائد وہ باپ اپنے بچہ کو مار مار کر ادھ موا کر دیتا۔ کیونکہ یہاں صرف ایمان کا سوال نہیں تھا۔ بلکہ اہلی زندگی کا بھی سوال تھا۔ غرض ربوبیت کے مرکز میں آکر ہاتھوں سے کام کرنا ضروری ہوتا ہے اور یہی تحریک جدید میں میں نے جماعت سے مطالبہ کیا۔ کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرو اور اسی طرح کرو جس طرح ماں باپ اپنے بچوں کا کام کرتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہی عورت جو اپنے ہاتھ سے اپنا ناک پونچھنے میں بھی ہتک محسوس کرتی ہے۔ اور بغیر رومال کے اسے صاف نہیں کرتی جب دیکھتی ہے۔ کہ اس کے بچے کا ناک بہہ رہا ہے۔ تو کسطرح فوراً اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکا ناک اپنے ہاتھ سے صاف کر دیتی ہے۔ وہ بادشاہ جو اٹھ کر اپنے ہاتھ سے پانی لینا بھی برداشت نہیں کر سکتے بچوں کو اپنی گودی میں اٹھائے پھرتے ہیں۔ تو اپنے ہاتھوں سے بنی نوع انسان کی خدمت کرنا یہ ربوبیت کا حصہ ہے۔ اور ہر شخص جو صفت رب العالمین کا مظہر بننا چاہتا ہے اُس کیلئے ضروری ہے۔ کہ یہ کام کرے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ پیسے لیلو مگر ہاتھ سے کام نہ لو وہ ملکیت کا مظہر تو بنتا ہے۔ مگر رب العالمین کا مظہر نہیں بنتا حالانکہ ربوبیت کا مادہ فطرتِ انسانی میں داخل ہے ایک زمیندار بیشک ٹیکس ادا کرتا ہے۔ مگر کوئی زمیندار اس امر کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ گورنمنٹ ٹیکس کچھ بڑھا دے اور اسکے بچوں کی

پرورش کا خود ذمہ لیلے۔ وہ کہیگا ٹیکس بیشک بڑھا دو مگر بچہ کی خدمت مَیں ہی کرونگا۔ اور کسی کو نہیں کرنے دونگا۔ روس میں کئی دفعہ محض اس بات پر بغاوت ہوگئی ہے۔ کہ حکومت کہتی ہے قوم کے بچوں کو ہم پالیں گے اور ان کی پرورش حسب منشا کریں گے۔ اور لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے بچوں کی خود پرورش کریں گے تمہارے سپرد نہیں کر سکتے۔ حکومت کے افسر کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہارے بچوں کو عمدہ سے عمدہ مکانوں میں رکھیں گے۔ اچھی سے اچھی غذا کھلائیں گے۔ تم ان کی پرورش ہمارے ذمہ رہنے دو مگر وہ کہتے ہیں ہم خواہ بھوکے مریں یا فاقے برداشت کریں۔ بچوں کو اپنی گودی سے نہیں اتاریں گے۔ غرض ملکیت کے ماتحت چندے دئے جاتے ہیں۔ لیکن ربوبیت کے ماتحت ہاتھوں سے خدمت کی جاتی ہے۔ تم اپنے بچے کو اسلئے گود میں نہیں اٹھاتے کہ اسکو اٹھانے والا اور کوئی نہیں ہوتا۔ اگر تمہارے ہزار خادم بھی ہوں تب بھی تم اپنے بچے کو خود اٹھاؤ گے کیونکہ ربوبیت تمہاری فطرت میں داخل ہے مجھے ایک نظارہ کبھی نہیں بھولتا میں اسوقت چھوٹا تھا۔ سولہ سترہ سال عمر تھی کہ اسوقت ہماری ایک چھوٹی ہمشیرہ جو چند ماہ کی تھی۔ فوت ہوگئی اور اسے دفن کرنے کیلئے اسی مقبرہ میں لیگئے جسکے متعلق احرار کہتے ہیں کہ احمدی اس میں دفن نہیں ہو سکتے جنازہ کے بعد نعش حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں پر اٹھالی اسوقت مرزا اسماعیل بیگ صاحب مرحوم جو یہاں دودھ کی دوکان کیا کرتے تھے۔ آگے بڑھے اور کہنے لگے حضور نعش مجھے دیدیجئے میں اٹھا لیتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مڑ کر انکی طرف دیکھا اور فرمایا "یہ میری بیٹی ہے"۔ یعنی بیٹی ہونیکے لحاظ سے اس کی ایک جسمانی خدمت جو اسکی آخری خدمت ہے یہی ہو سکتی ہے۔ کہ مَیں خود اسکو اٹھا کر لیجاؤں تو صفت رب العالمین کے ماتحت تمام جسمانی خدمات آتی ہیں۔ اگر تم رب العالمین کے مظہر بننا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ کہ مخلوق کی جسمانی خدمات بجالاؤ۔ اگر تم خدمتِ دین میں اپنی ساری جائداد دے دیتے ہو۔ اپنی کل آمد اسلام کی اشاعت پر خرچ کر دیتے ہو۔ تو تم ملکیت کے مظہر تو بن جاؤ گے مگر رب العالمین کے مظہر نہیں بنو گے۔ کیونکہ رب العالمین کا مظہر بننے کیلئے ضروری ہے۔ کہ تم اپنے ہاتھ سے کام کرو اور غرباء کی خدمت پر کمربستہ رہو ہاں جب تم اپنے ہاتھوں سے بھی بنی نوع انسان کی خدمات بجالاؤ گے تو تم رب العالمین کی صفت کے بھی مظہر بن جاؤ گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر جب میں نے کہا کہ تحریک جدید کے

بورڈنگ میں اپنے بچوں کو داخل

کراؤ۔ تو یہ تمہیں صفت رحیمیت کا مظہر بنانے کے لئے مطالبہ کیا۔ کیونکہ رحیمیت کہتی ہے کہ تم ایسی اعلیٰ تربیت کرو۔ اور ایسی عمدہ خوبیاں مخلوق میں پیدا کرو کہ جن سے وہ دوامی زندگی اختیار کرے پھر یہ تحریک ایک رنگ میں رب العالمین کی صفت کے ماتحت بھی ہے۔ یعنے قوم کے ہر شعبہ کی اصلاح کی جائے۔ اسی طرح جب میں نے سادہ زندگی اختیار کرنے کے لئے کہا۔ تو یہ مطالبہ صفت رحمانیت اور صفت مالکیت کے ماتحت آتا تھا۔ کیونکہ ہر وہ قوم جو اپنی زندگی عیش پسند بنالیتی ہے۔ غرباء کی خدمت میں حصہ نہیں لے سکتی۔ حالانکہ رحمانیت کی صفت چاہتی ہے کہ مزدوروں سے ہی نہیں بلکہ غیروں سے بھی سلوک کیا جائے۔ اور پھر اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان کے پاس سامان ہو۔ اور سامان تبھی ہو سکتا ہے جب اس کی زندگی کو بعض قیود کے اندر رکھا جائے۔ جو شخص بعض قیود کے اندر اپنے آپ کو نہیں رکھتا۔ وہ موقع پر ضرور فیل ہو جاتا ہے۔ پھر ملک ہونے کے لحاظ سے بھی

سادہ زندگی

ضروری ہے۔ کیونکہ ملک کیلئے سپاہ ضروری ہے۔ اور سپاہی کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ جفاکش ہو۔ ورنہ وہ فوج جس کے سپاہی ترفہ سے زندگی بسر کرتے ہوں۔ لڑائی میں کام نہیں آسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک لطیفہ بیان کیا کرتے تھے۔ کہ ایک بادشاہ تھا جسے یہ وہم ہو گیا۔ کہ سپاہیوں پر روپیہ فضول برباد کیا جاتا ہے ملک میں جو ہزاروں لاکھوں قصائی موجود ہیں یہی لڑائی کے لئے کافی ہیں۔ جب جنگ کا موقع ہوا انہیں بلایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی اس نے تمام سپاہی موقوف کر دئے۔ جب یہ خبر ادرگرد پھیلی تو اسکے قریب ہی ایک اور بادشاہ تھا جو اس کا دشمن تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ موقع عمدہ ہے۔ اب فوجیں اس نے موقوف کر دی ہیں۔ اسپر حملہ کر دینا چاہئیے۔ چنانچہ وہ اپنی فوج لیکر ملک پر حملہ آور ہو گیا۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ فوراً تمام قصائیوں کو جمع کیا جائے۔ اور ایک فوج بنا کر انہیں کہہ دیا جائے کہ دشمن پر حملہ کر دیں۔ اس پر اول تو ان قصائیوں کو جمع کرنے میں بہت دیر لگی۔ اور اتنے عرصہ میں دشمن کی فوجیں شہر کے قریب آگئیں۔ لیکن خیر جدوجہد کے بعد قصائیوں کو جمع کر کے میدان جنگ میں بھیج دیا گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ بادشاہ نے کیا دیکھا کہ وہ تمام قصائی بھاگے چلے آرہے ہیں اور بادشاہ سے مخاطب کرکے فریاد کر رہے ہیں۔ کہ انصاف! انصاف! بادشاہ نے پوچھا کیا ہوا۔ وہ کہنے لگے بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ ہم باقاعدہ دشمن کے ایک آدمی کو پکڑتے اور پوری احتیاط کے ساتھ اسے ذبح کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ نہ رگ دیکھتے ہیں نہ پٹھا۔ یونہی مارتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ وہ قصائی تو ادھر انصاف کی جستجو کرتے رہے۔ اور ادھر دشمن کی فوجیں بے انصافی کے لئے ملک میں داخل ہو گئیں۔ تو دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہوتا۔ جب تک قوم کے افراد میں ایک نظام نہ ہو۔ اور ان میں جفاکشی کی عادت نہ ہو۔ اور جفاکشی بغیر سادہ زندگی اختیار کئے پیدا نہیں ہوتی اسی طرح رب العالمین کی صفت کے ماتحت بھی سادہ زندگی کی تحریک اسطرح آتی ہے۔ کہ سادہ زندگی اس فرق کو دور کرتی ہے جو امراء اور غرباء میں پایا جاتا ہے جسطرح باپ چاہتا ہے کہ کسی وقت اس کے تمام بیٹے خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھائیں اسیطرح رب العالمین یہ چاہتا ہے کہ امراء اور غرباء میں ایسا فرق نہ ہو جس کی وجہ سے ان کا ایک دسترخوان پر جمع ہونا مشکل ہو۔ فرق بے شک ہو مگر ایسا نہ ہو جو آپس کے تعلقات کو خراب کر دے اور ان میں اسقدر انسانیت بھی باقی نہ رہنے دے کہ امیر غریب کو حقیر اور ذلیل جانے۔ اور غریب امیر کے متعلق سمجھے کہ وہ عام انسانوں سے اب کچھ بالا ہو گیا ہے مگر امارت و غربت کا امتیاز سادہ زندگی سے ہی دور ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی صفت رب العالمین کے ماتحت ایک تحریک ہے۔ جس پر عمل کر کے انسان اپنے آپ کو

ربّ العالمین کا مظہر

بنا سکتا ہے۔

غرض یہ چند مثالیں ہیں جو میں نے بتائیں اور میری غرض ان مثالوں سے یہ ہے کہ تم اپنے آپکو اللہ تعالےٰ کی ربوبیت کا بھی مظہر بناؤ۔ اور اس کی رحمانیت کا بھی مظہر بناؤ۔ اور اس کی رحیمیت کا بھی مظہر بناؤ۔ اور اس کی مالکیت کا بھی مظہر بناؤ۔ اور اسطرح اپنے اندر ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کی رضا کا مستحق بناؤ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ چونکہ ہماری جماعت میں جو لوگ نئے داخل ہوتے ہیں وہ وفات مسیح اور ختم نبوت وغیرہ مسائل سُن کر داخل ہوتے ہیں اسلئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ چند مسائل ہی ہیں جو ہم نے ماننے ہیں۔ انہیں مانا اور چھٹی ہو گئی حالانکہ

اسلام ایک وسیع نظام کا نام ہے

اور اس کے اندر بادشاہتوں کا نظام بھی شامل ہے۔ اہلی اور عائلی زندگی کا نظام بھی شامل ہے تعلیمی نظام بھی شامل ہے تربیتی نظام بھی شامل ہے۔ اور یہ جسقدر نظام ہیں ان کو قائم کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم رحمانیت کو بھی قائم کریں۔ اور رحیمیت کو بھی۔ ہم ربوبیت کو بھی قائم کریں اور مالکیت کو بھی۔ پھر ہمارے لئے ضروری تھا کہ ہم غرباء کی خبرگیری کریں۔ اور انہیں اٹھانے کی کوشش کریں۔ اور امراء کا بھی خیال رکھیں اور انہیں عیش پسند زندگی میں پڑنے سے محفوظ رکھیں۔ غرض ایک وسیع نظام کی ضرورت ہے جس کے ماتحت اسلام کے تمام احکام عملی رنگ میں دنیا کے سامنے آسکتے ہیں۔ بے شک اس نظام کا ایک حصہ وہ ہے جو حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن ملکیت کا بھی ایک حصہ حکومت نے رعایا کے سپرد کر رکھا ہے۔ اور پھر اسلام کا وہ نظام جو اہلی اور عائلی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسے تو کلّی طور پر ہم قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے اس میں کسی قسم کی روک نہیں۔ پس جب حکومت ایک بات میں دخل نہیں دیتی اور ہم اس میں اسلامی تعلیم جاری کر سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس معاملہ میں اسلامی احکام کا اجراء نہ کریں۔ نادان کہتے ہیں کہ ہمارے ذاتی معاملات میں دخل دیا جاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اگر تم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے تو تم ہمارے پاس آئے کیوں تھے۔ تم نے جب خدا کو رب العالمین تسلیم کیا ہے تو تم خدا تعالےٰ کے دین کے جس نمائندہ کے پاس بھی جاؤ گے۔ وہ تمہارے باپ کے طور پر ہوگا۔ اور اس کا حق ہوگا کہ وہ تمہارے ذاتی معاملات میں دخل دے اور اگر وہ دخل نہ دے تو اسلام کی تعلیم لوگوں کے گھروں میں کس طرح قائم ہو سکتی ہے۔ پس جب تک خدا تعالےٰ موجودہ حکومتوں اور پارلیمنٹوں کو احمدی نہیں بنا دیتا۔ اسوقت تک اسلامی نظام کے وہ حصے جن پر عمل کیا جا سکتا ہے ضروری ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ اور

جب حکومتیں احمدی ہو جائینگی

تو اس وقت اسلامی نظام کا مکمل ڈھانچہ تیار ہوگا۔ اور اسوقت دنیا کو معلوم ہوگا۔ کہ اسلام کی تعلیم اور اسلام کا نظام کسقدر پُر امن ہے۔ آج گو حکومتیں احمدی نہیں مگر کئی امور ایسے ہیں جن میں حکومت روک نہیں بنتی۔ مثلاً زکوٰۃ ہے۔ موجودہ گورنمنٹیں زکوٰۃ نہیں لیتیں۔ اور اگر کوئی زکوٰۃ وصول کرے تو اس کے راستہ میں کوئی روک نہیں ڈالتیں پس جب حکومت خود ایک بات کی ہمیں اجازت دیتی ہے یا کم از کم اس میں روک نہیں بنتی تو ہم کیوں اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ اور کیوں اس میں اسلامی نظام قائم نہ کریں۔ پس جتنے حصے اسلامی نظام کے ہیں۔ ان میں سے جن حصوں کو موجودہ بادشاہت نے اپنے اندر شامل نہیں کیا۔ ہمارا حق ہے کہ انکو استعمال کریں۔ اور ان کے ماتحت لوگوں کو چلنے پر مجبور کریں۔ زکوٰۃ کی میں نے صرف ایک مثال دی ہے ورنہ اور بھی کئی ایسے مسائل ہیں جو شریعت نے ملکیت سے متعلق رکھے ہیں۔ لیکن موجودہ حکومتوں نے انکو اپنے حدود اختیار سے باہر رکھا ہے۔ اور اگر انکا انتظام کیا جائے تو حکومت کا کوئی قانون ان میں روک نہیں بنتا بے شک بہت سے ایسے بھی حصے ہیں۔ جو بادشاہت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انپر اسیوقت عمل کیا جا سکتا ہے جب بادشاہت احمدیوں کو حاصل ہو۔ مگر جب تک وہ وقت نہیں آتا وہ امور جنمیں حکومت دخل نہیں دیتی ہمارا فرض ہے کہ انمیں اسلامی احکام نافذ کریں اگر ہم زندگی کے ان شعبوں میں بھی اسلامی احکام جاری نہیں کرتے جنمیں ان احکام کا اجراء ہمارے لئے قانوناً جائز ہے تو یقیناً ہم انسان نہیں طوطے ہیں جسطرح طوطا میاں مٹھو میاں مٹھو کہتا رہتا ہے اور اگر میاں مٹھو کی بجائے اُسے لا الٰہ الا اللہ سکھا دو تو وہ یہی کہتا رہیگا۔ اسیطرح گو تم احمدی ہو مگر تم طوطے کیطرح اپنے آپکو احمدی کہتے ہو اور سمجھتے نہیں۔ کہ اپنے آپکو احمدی کہنے کے بعد تم پر کسقدر ذمہ واریاں عاید ہو چکی ہیں۔ پس جب تک اس اسلامی حکومت کو قائم کرنیکے لئے ہم

اپنے نظام میں تبدیلی

نہیں کرتے اسوقت تک ہم صرف نام کے احمدی ہیں کام کے احمدی نہیں۔ مگر صرف نام لے لینے سے کیا بنتا ہے۔ جب تک انسان کے اندر وہ حقیقت بھی نہ پائی جاتی ہو جو اس نام کے اندر ہو۔ مجھے یاد ہے ہماری بہن امۃ الحفیظ دو اڑھائی سال کی تھی کہ ہمارے ہاں ایک مہمان آئے انکی بھی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جو قریباً اسی عمر کی تھی۔ اُسکی آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں۔ اور روشنی میں چونکہ نہیں کھلتی تھیں۔ اس لئے وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھتی تھی کہ شاید اور لوگوں کو بھی میری طرح دن میں نظر نہیں آتا۔ امۃ الحفیظ کبھی کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے پاس جاکر کہا کرتی تھی کہ ابا مجھے چیجی دو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے کوئی چیز کھانے کی دیدیا کرتے تھے اس لڑکی نے جو اسے اس طرح مانگتے دیکھا تو ایکدن خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے جاکر ہاتھ پھیلا کر کہنے لگی حضرت صاحب میں بیچی ہوں (امۃ الحفیظ) مجھے چیجی دیں۔

یہی مثال تم میں سے بہتوں کی ہے تم بھی اسی خیال میں مست ہو۔ کہ تم خدا کے سامنے جاکر کہدوگے۔ کہ

ہم مسلمان یا احمدی ہیں ہمیں انعام دو

اور اسے معاذ اللہ کوئی علم نہیں ہوگا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اور آیا تم انعام کے مستحق بھی ہو یا نہیں۔ غرض اگر تم سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے ہو۔ تو تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی حکومت قائم کرو۔ لیکن اب تو تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تم میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے تم اس کے دشمن ہوجاتے ہو۔ کوئی تم میں سے اس پر اعتراض کرتا ہے کوئی تم میں سے اسے گالیاں دیتا ہے۔ کوئی تم میں سے اسپر اتہام لگاتا ہے۔ کوئی تم میں سے اس کے خلاف شکوہ و شکایت کرتا ہے۔ اور ان تمام اتہاموں ان تمام الزاموں ان تمام اعتراضوں اور ان تمام نکتہ چینیوں کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ تم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ آؤ اور

سچے مسلمان بن جاؤ

آؤ اور سچے احمدی بن جاؤ۔ لوگ کہتے ہیں یہاں سختی کی جاتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کس بات پر ہے تم وہ باتیں نکالو جن کی بنا پر تم کہتے ہو کہ تم سے سختی کیجاتی ہے۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ کس بات پر سختی کی جاتی ہے۔ تم پر اس وجہ سے سختی کی جاتی ہے کہ تم میں سے بعض اپنی لڑکیاں غیر احمدیوں کو دیدیتے ہیں۔ مگر کیا اس سے مجھے ذاتی طور پر کوئی فائدہ ہے ہے تم میرے پاس آتے ہو اور اپنے منہ سے کہتے ہو کہ ہم احمدیت کا جوأ اٹھانے کیلئے تیار ہیں میں تمہاری بیعت لیتا ہوں اور تم احمدیت میں شامل ہوجاتے ہو۔ اس کے بعد تمہارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ تم احمدیت کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تم اس کی تعلیم پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں تو میں تمہیں کہتا ہوں کہ منافق مت بنو۔ یا تم پورے احمدی بن جاؤ۔ یا احمدیت سے الگ ہوجاؤ۔ مگر تمہاری حالت یہ ہے کہ تم آپ میرے پاس آتے اور احمدیت کو قبول کرتے ہو تم پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔ تم سے کوئی زبردستی نہیں کی جاتی۔ تم اپنی رضا و رغبت اور خوشی سے احمدیت قبول کرتے ہو۔ تم اپنی رضا و رغبت سے مجھے اپنا استاد تسلیم کرتے ہو۔ مگر جب کوئی کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے تو تم بہانے بنانے لگ جاتے ہو۔ اس دھوکا اور فریب کا کیا فائدہ۔ کیا تم خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہو۔ اور سمجھتے ہو کہ اسے تمہارے اعمال کا علم نہیں۔ تمہاری فطرت اور تمہارا دماغ کہتا ہے۔ کہ

احمدیت کے بغیر تمہاری نجات نہیں

مگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں نجات بھی مل جائے اور تم دل سے غیر احمدی کے غیر احمدی بھی بنے رہو۔ کوئی انسان کسی دوسرے عقلمند انسان کو بھی دھوکا نہیں دیسکتا پھر تم کس طرح خیال کرلیتے ہو۔ کہ تم خدا کو دھوکا دے لوگے۔ یہی وہ احساس ہے جس کے ماتحت میں نے

تحریک جدید کا آغاز

کیا اور میں نے فیصلہ کیا۔ کہ اب اس قسم کے کمزور لوگوں کو جو احمدیت میں رہ کر جماعت کو بدنام کرنے میں زیادہ مہلت نہیں دی جاسکتی۔ میں جماعت کو اسی امر کی طرف لا رہا ہوں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کو اس پر ثبات حاصل ہوجائے گا۔ مگر اس احساس کے باوجود میں پھر بھی مہلت دے دے کر تمہیں لا رہا ہوں۔ تاکہ تم پر بوجھ نہ پڑے اور تم یکدم گھبرا نہ جاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ میرے اس ارادہ کی لازماً مخالفت ہوگی۔ اور نہ صرف میری مخالفت ہوگی بلکہ ہر شخص جو میرے ساتھ تعاون کریگا ہر شخص جو قانون کے دائرہ کے اندر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہیگا۔ اس کی بھی مخالفت ہوگی۔ لوگ برا منائیں گے وہ گالیاں دینگے۔ وہ بدنام کرینگے وہ عیب چینی کرینگے۔ اور بجائے اس کے کہ اصل حقیقت بیان کریں۔ غلط واقعات بیان کرکے لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہینگے۔ مثلاً وہ یہ نہیں کہیں گے کہ انہوں نے شریعت کا فلاں قانون توڑا تھا جس کی انہیں سزا ملی۔ یا غیر احمدیوں کو انہوں نے لڑکی دی تھی جس کی سزا ملی۔ وہ کہیں گے ناظر امور عامہ نے مجھ پر ظلم کیا۔ اور پھر یہ بتائینگے نہیں کہ کیوں ظلم کیا۔ اور کیا ظلم کیا۔ پھر اگر کسی کو واقعہ کا کچھ علم ہوگا اور وہ اشارۃً کہدے گا۔ کہ لڑکی کا کیا واقعہ تھا۔ تو کہدیں گے اصل بات یہ نہیں۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ ناظر امور عامہ کی میرے ساتھ لڑائی ہے۔ اور وہ خواہ مخواہ مجھے دق کرتا ہے۔ غرض وہ اس طرح لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے لگ جائیں گے۔ اور لوگ یہ نہیں سمجھیں گے کہ یہ بہانے بناتا ہے۔ اور اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ تم کبھی نہیں دیکھوگے کہ کوئی چور کہے۔ بھائیو آؤ اور آنسو بہاؤ کہ میں چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہوں۔ وہ یہی کہتا ہے کہ لوگوں کی مجھ سے دشمنی تھی۔ فلاں جگہ میں بیٹھا تھا۔ کہ انہوں نے گھانس کاٹ کر میری جھولی میں ڈالدیا۔ اور مجھے چور چور کہکر پکڑوا دیا۔ وہ کیوں ایسا کہیگا۔ اور اصل حقیقت بیان نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ سچ بولنے سے اسے لوگوں کی ہمدردی حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر جھوٹ بول کر وہ سمجھتا ہے۔ کہ اسے لوگوں کی ہمدردی حاصل ہوجائیگی تو یہ دنیا کا عام دستور ہے۔ اور ہر ملک اور ہر شہر ہر قصبہ ہر گاؤں اور ہر محلہ میں اس کی نظیریں ملتی ہیں۔ مگر پھر جس طرح لوگ موت کو بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے بھی بھول جاتے ہیں اور

مجرموں کی حمائت

کرنا شروع کردیتے ہیں۔

تو وہ لوگ جو قانون کا احترام کرتے ہوئے کوشش کرینگے کہ اسلامی حکومت قائم ہو۔ اور میرے کام میں میرے ساتھ تعاون کرنا چاہیں گے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بدنامی ان کے حصہ میں بھی آئیگی۔ مگر خدا تعالٰے کے حضور وہ ضرور نیک نام ہونگے۔ دنیا کی نگاہ میں وہ بیشک ذلیل ترین وجود ظالم۔ فاسق فاجر بدکار جھوٹی سفارشیں قبول کرنے والے لوگوں پر جبر کرنے والے اور ایمان پر چھاپے ڈالنے والے مشہور ہوں گے۔ مگر خدا تعالٰے کے حضور وہ بڑی عزتوں کے مالک ہوں گے کیونکہ خدا کہیگا کہ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی عزت اس لئے برباد کی کہ میری عزت دنیا میں قائم کریں۔ پس اگر اسے اس کام کے عوض دنیا میں عزت نہ بھی ملے تب بھی وہ ابدی زندگی کا وارث ہوگا اور اس کا نام آسمان پر ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا جائیگا۔ اور وہی جو اس پر اعتراض کرنے والے ہونگے اگلے جہان میں اس کے سامنے خادموں کے طور پر پیش ہوں گے۔ بیشک یہ کام بہت مشکل ہے یہ منزل بہت کٹھن ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص آگے بڑھیگا اسے اللہ تعالٰے کی طرف سے بے انتہا برکات حاصل ہوں گی۔ اور وہ اس کے عظیم الشان فوائد اپنی آنکھوں سے دیکھیگا۔

غرض تحریک جدید کے دوسرے دور میں جو سکیم نافذ کی جانے والی ہے۔ وہ نہایت ہی اہم ہے۔ اور اس کی تفصیلات بہت وقت چاہتی ہیں۔ جو آئندہ کئی خطبات میں انشاء اللہ تعالٰے بیان کی جائینگی۔ لیکن چونکہ تحریک جدید کا تیسرا مالی سال ختم ہورہا ہے۔ اس لئے میں اس تحریک کے دوسرے دور کے مالی حصہ کو آج کے خطبہ میں ہی بیان کردیتا ہوں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تحریک جدید کا تیسرا سال مالی لحاظ سے ختم ہورہا ہے۔ اور اب آئندہ کے متعلق میں نے اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ میں دوستوں اور ان کارکن اصحاب کی واقفیت کیلئے جنہوں نے اس سلسلہ میں کام کرنا ہے بتادینا چاہتا ہوں کہ جہاں اس تحریک کے دوسرے حصوں میں زیادہ سختیاں کی جائینگی۔ اور دوستوں سے زیادہ زور اور زیادہ جوش کیساتھ کام لیا جائیگا۔ وہاں میرا اس تحریک کے مالی حصہ کو ایک حد تک پیچھے ہٹانے کا ارادہ ہے میں نے مالی حصہ کے تمام پہلوؤں پر کافی غور کیا ہے۔ اور میں ایک لمبے غور کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحریک جدید کے مالی پہلو کو ایسی مضبوطی حاصل ہونے میں جس کے بعد کسی سالانہ تحریک کی انشاءاللہ ضرورت نہ رہے بلکہ اخراجات خود بخود نکلتے آئیں سات سال کی مسلسل قربانی کی ضرورت ہے پس آج سے کہ چوتھا سال شروع ہو رہا ہے سات سال اور تحریک جدید کا مالی مطالبہ ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن اس رنگ میں کہ موجودہ تین سالہ دور میں سے پہلے سال جس قدر چندہ کسی نے دیا تھا۔ کم از کم اسی قدر چندہ اس سال دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی زیادہ دینا چاہے تو وہ زیادہ بھی دے سکتا ہے پس اس وقت میرا دوستوں سے مطالبہ یہ ہے کہ انہوں نے اس تین سالہ دور میں سے پہلے سال جتنا چندہ دیا تھا کوشش کریں کہ اس سال اس چندہ کے برابر چندہ دیں۔ لیکن میں کسی کو مجبور نہیں کرتا کہ وہ ضرور اسی قدر چندہ دے کیونکہ یہ طوعی چندہ ہے اور اس کا دینا میں نے ہر شخص کی مرضی پر منحصر رکھا ہوا ہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص اس سال چندہ دینے کی بالکل طاقت نہیں رکھتا وہ بھی ضرور چندہ دے۔ میں کسی کو مجبور نہیں کر رہا اور نہیں کرنا چاہتا۔ یہ طوعی چندہ ہے اور مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ میں نے بار بار کہا ہے یہ طوعی چندہ ہے اور اگر کسی میں ہمت نہیں تو وہ وعدہ مت لکھائے۔ پھر بھی بعض لوگ اپنی مرضی سے چندہ لکھا کر ادا نہیں کرتے اور اس طرح وہ ایک

خطرناک گناہ کے مرتکب

ہوتے ہیں۔ ہزاروں احمدی ایسے ہیں جنہوں نے اس تحریک میں حصہ نہیں لیا لیکن ان پر میرا کوئی گلا نہیں۔ مجھے شکایت ان سے ہے جو اپنے نام لکھوا کر پھر پیچھے ہٹے اور انہوں نے وقت کے اندر چندہ ادا نہ کیا۔ میں نے ان کی سہولت کے لئے یہ اعلان بھی کر دیا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص دیکھتا ہے کہ اس کے حالات ایسے ہیں کہ وہ چندہ ادا کرنے کی بالکل طاقت نہیں رکھتا۔ مگر نام لکھا چکا ہے تو وہ اپنی میعاد میں اضافہ کرائے یا مجھ سے معافی لے لے۔ میں اس کا چندہ معاف کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس طرح وہ خدا کے حضور مجرم نہیں بنے گا کیونکہ خدا کہے گا کہ جب میرے نمائندہ نے تجھے معاف کر دیا تو میں نے بھی تجھے معاف کر دیا۔ خدا روپے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ سچائی دیکھتا ہے اگر تم ایک عیسائی سے کوئی وعدہ کرتے ہو تو اس وقت عیسائی اس کا نمائندہ ہے اور تمہارا فرض ہے کہ اس وعدے کو پورا کرو۔ اور اگر تم ایک یہودی سے کوئی وعدہ کرتے ہو تو اس وقت یہودی اس کا نمائندہ ہے اور تمہارا فرض ہے کہ اس وعدے کو پورا کرو۔ کیونکہ جس سے وعدہ ہو گیا۔ اس کے اور وعدہ کرنے والے کے درمیان خدا آ جاتا ہے۔ پس

وعدہ کو پورا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے

اور جب میں نے ان لوگوں کے لئے جو سخت مالی مشکلات میں مبتلا ہوں یہ صورت پیدا کر دی تھی۔ تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے اور خدا تعالےٰ کے گنہگار نہ بنتے۔ مگر کئی دوست ایسے ہیں جنہوں نے اس سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر وقت کے اندر ادا نہیں کر سکتے تو مہلتیں لے لو۔ چنانچہ بعض نے مزید مہلت لے لی مگر بعضوں نے مہلت بھی نہیں لی چندہ معاف بھی نہیں کرایا اور وقت کے اندر بھی ادا نہیں کیا۔ گویا انہیں یہ شوق تھا کہ ہم ضرور گنہگار بنیں گے اور کسی رعایت سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے اب بھی میں یہی کہتا ہوں کہ جو شخص یہ چندہ دے سکتا ہے دے اور جو نہیں دے سکتا وہ نہ دے اور اگر کوئی شخص ایسا ہے جو اپنے پہلے چندوں سے بھی زیادہ چندہ دینا چاہتا ہے تو میں اسے بھی نہیں روکتا۔ میرے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جو چندہ دے سکتے ہیں اور دینے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ گو ابھی تحریک نہیں کی گئی تھی۔ مگر اس وقت تک

چار پانچ وعدے

میرے پاس آ چکے ہیں اور وہ ان کے پہلے وعدوں سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا وعدہ ہے اور دوسرا ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب افریقہ کا۔ خود میرا ارادہ بھی ہے پہلے تین سالوں سے زیادہ چندہ دینے کا ہے۔ اسی طرح اور بھی بعض دوستوں کے وعدے آ چکے ہیں۔ پس جو لوگ زیادہ دے سکتے ہیں ان کو میں نہیں روکتا۔ جو شخص نیکی کے میدان میں جس قدر زیادہ قدم بڑھاتا ہے اسی قدر زیادہ وہ اللہ تعالےٰ کے انعامات کا مستحق ہوتا ہے۔ پس میں ان سے بھی جو زیادہ چندہ دے سکتے ہیں کہتا ہوں کہ نیکیوں کا میدان وسیع ہے آؤ اور آگے بڑھو۔ اور جو شخص چندہ نہیں دینا چاہتا اسے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم چندہ نہیں دینا چاہتے تو مت دو اور وعدہ بھی مت لکھواؤ ایسا نہ ہو کہ تم گنہگار ٹھہرو لیکن اگر کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ خواہ مجھے تنگی سے گذارہ کرنا پڑے میں چندہ ضرور ادا کروں گا۔ تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم

کم سے کم اس قدر قربانی کرو

جس قدر تم نے پہلے سال کی تھی۔ اور انہی اصول پر کرو۔ جو پہلے سال میں نے بتائے تھے۔ یعنی دو دو چار چار روپے نہیں۔ بلکہ کم از کم پانچ روپے اس تحریک میں دیئے جائیں۔ پھر دس پھر بیس پھر تیس پھر ساٹھ پھر سو پھر دو سو پھر تین سو۔ اور جو اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے۔ وہ اس سے زیادہ دے مگر جو شخص اتنا چندہ نہیں دے سکتا۔ جتنا اس نے پہلے سال دیا تھا تو اگر جس قدر رقم اس نے دی تھی اس سے کم تر کسی اور رقم کی اجازت ہے تو وہ اپنے حالات کے مطابق اس سے کم چندہ دے دے۔ مثلاً اگر کسی نے پہلے سال تیس روپے دیئے اور اس سال وہ اتنے نہیں دے سکتا تو وہ بیس دے سکتا ہے۔ اور اگر کسی نے بیس دیئے تھے۔ اور اس سال وہ اتنے روپے نہیں دے سکتا۔ تو اس کے لئے بھی گنجائش ہے۔ وہ دس دے سکتا ہے اور اگر کوئی شخص جس نے پہلے سال دس روپے دیئے اس سال دس دینے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پانچ دے لیکن چونکہ یہ آخری حد ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص ایسا ہو جس نے پہلے سال پانچ روپے دیتے تھے۔ اور اس سال وہ پانچ بھی نہیں دے سکتا تو پھر وہ اس تحریک میں حصہ نہ لے۔ کیونکہ پانچ سے کم کوئی رقم اس تحریک میں قبول نہیں کی جاتی۔ پس جو شخص دے سکتا ہے۔ وہ انہی اصول پر دے جو میں مقرر کر چکا ہوں۔ سوائے اس کے کہ وہ اس سے زیادہ دینا چاہتا ہو مثلاً کوئی شخص تین سو کی بجائے ہزار دو ہزار یا تین ہزار دینا چاہے تو شوق سے دے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل غیر محدود ہیں۔ اور اس کے پاس جس طرح تین سو روپیہ چندہ دینے والے کے لئے جزا ہے۔ اسی طرح اس کے پاس تین ہزار روپیہ چندہ دینے والے کے لئے بھی جزا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص پانچ ہزار روپیہ چندہ دینا چاہے تو وہ پانچ ہزار دے اور سمجھ لے کہ خدا تعالےٰ پانچ ہزار روپیہ چندہ کی بھی جزا دے سکتا ہے۔ اور اس کی طرف سے قربانی کے مطابق ثواب ملتا ہے جو شخص دو ہزار روپے دے سکتا ہے مگر وہ تین سو دیتا ہے اسے وہ ثواب ہرگز نہیں مل سکتا جو اس شخص کو ملے گا۔ جو پانچ روپے دینے کی توفیق رکھتا تھا۔ اور اس نے پانچ روپے ہی دیئے کیونکہ دو ہزار دینے کی توفیق رکھنے والا جب تین سو روپیہ دیتا ہے تو وہ اپنی طاقت کا ساتواں حصہ قربانی کرتا ہے۔ لیکن پانچ روپے دینے کی طاقت رکھنے والا جب پانچ روپے ہی دے دیتا ہے۔ تو وہ سو فی صدی قربانی کرتا ہے۔ پس خدا پانچ روپے دینے والے کو زیادہ ثواب دے گا اور تین سو روپے دینے والے کو کم کیونکہ وہ ثواب روپیہ کی مقدار پر نہیں دیتا بلکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قربانی کی طاقت پر دینا ہے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ چونکہ تم نے تین سو روپے دے دیئے ہیں۔ اس لئے ضرور تم پانچ روپے چندہ دینے والے سے ثواب میں بڑھ کر رہو گے۔ سینکڑوں پانچ روپے دینے والے ایسے ہونگے۔ جو تین سو روپے چندہ دینے والوں سے زیادہ ثواب کے مستحق ہونگے۔ کیونکہ انہیں پانچ سے زیادہ روپے دینے کی توفیق نہیں تھی۔ اور تین روپے دینے والوں کو یہ توفیق تھی۔ کہ وہ چار سو دیتے یا پانچ سو دیتے یا ہزار بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دیتے۔ پس اس سال کے لئے میری تحریک یہی ہے کہ جتنا کسی شخص نے اس تین سالہ دور کے پہلے سال چندہ دیا تھا۔ اتنا ہی چندہ اس سال دے۔ پھر میری سکیم یہ ہے کہ ہر سال

اس چندہ میں سے دس فیصدی کم

کرتے چلے جائیں گے۔ یعنی جس نے اس سال سو روپیہ چندہ دیا ہے اس سے اگلے سال نوّے روپے لئے جائیں گے پھر اس سے اگلے سال اسّی روپے پھر تیسرے سال ستر روپے پھر چوتھے سال ساٹھ روپے پھر پانچویں سال پچاس روپے اور پھر یہ پچاس فیصدی چندہ باقی دو سال مسلسل چلتا چلا جائے گا۔ اور ساتویں سال کے بعد چندے کے اس طریق کو ختم کر دیا جائے گا یہ مطلب تو نہیں کہ پھر سات سال کے بعد چندہ کا سلسلہ بند کر دیا جائے گا۔ چندے تو صدر انجمن احمدیہ کی ضروریات کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ ممکن ہے خدا تعالٰے اور کوئی کام پیدا کر دے۔ مگر تحریک جدید کی سکیم کے بارہ میں میری سکیم ایسی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس رنگ میں چندہ کی ضرورت نہ رہے گی انشاء اللہ تعالٰے اور ان سالوں میں اس کی اپنی ذاتی آمد ایسی ہو جائے گی جو اس کام کو جاری رکھنے کے لئے کافی ہو۔ اس سکیم پر کسی شخص کو اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ جماعت پر بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ کیونکہ میں اس چندہ کے لئے

کسی کو مجبور نہیں کرتا

میں ان کو مخاطب کر رہا ہوں جن کو اللہ تعالٰے نے توفیق عطا فرمائی ہوئی ہے اور جو میری آواز پر لبیک کہنے میں سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ثواب ہے پس وہ جو مالی وسعت رکھتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اپنی زندگی کے دن اچھے بنا لو اور ثواب کا جو یہ موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالٰی کی رضا حاصل کرو اور جو لوگ پہلے سے بھی زیادہ بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ تم نے پہلے بھی ثواب کمایا اور اب اور ثواب کما لو کہ خدا نے تمہارے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دیئے مگر وہ جو طاقت رکھنے کے باوجود اس میں حصہ نہیں لیتا۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور جو اس چندہ میں حصہ لینے سے بالکل معذور ہے اس پر ہرگز کوئی گناہ نہیں نہ میری طرف سے اور نہ خدا تعالٰی کی طرف سے۔ گویا اس سال میری تحریک یہ ہے کہ اپنے

پہلے سال کے چندہ کے برابر چندہ دو

اور جو اس قدر نہ دے سکتا ہو وہ کم دے۔ بشرطیکہ اس سے کم چندہ دیا جا سکتا ہو۔ مثلاً جس نے پہلے سال دس دیئے تھے۔ اور اس سال وہ دس روپے نہیں دے سکتا تو وہ پانچ دے اور جس نے پانچ دیئے تھے اور اس سال وہ پانچ نہیں دے سکتا وہ کچھ بھی نہ دے کیونکہ پانچ سے کم کوئی رقم اس تحریک میں نہیں لی جاتی۔ اسی طرح بیس روپے دینے والا دس دے سکتا ہے تیس روپے دینے والا بیس دے سکتا ہے۔ ستائیس اٹھائیس نہیں کیونکہ ایسا کوئی درجہ مقرر نہیں۔ ہاں جس نے بیس دیئے تھے وہ چاہے تو ستائیس اٹھائیس دے سکتا ہے کیونکہ وہ زیادتی ہے۔ اسی طرح جو شخص سو روپے دے سکتا ہے وہ سو روپے دے اور جو سو نہیں دے سکتا وہ پانچ یا پانچ کے اعداد کے لحاظ سے رقم میں کمی کر سکتا ہے۔ پس چندہ کے جو درجات مقرر ہیں ان کے مطابق چندہ دو اور جو شخص مقررہ رقوم سے زیادہ رقم چندہ دے سکتا ہے۔ اس سے میں کہتا ہوں کہ وہ زیادہ دے اور خدا تعالٰی کے فضلوں کے نزول کی بھی زیادہ امید رکھے۔ پس ہر شخص جو ثواب حاصل کرنے کا آرزومند ہے۔ اس سے میں کہتا ہوں کہ ثواب کے دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں آگے بڑھو۔ اور ان دروازوں میں داخل ہو کر اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کر لو۔ بے شک یہ چندہ نفلی ہے مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

نوافل کے ذریعہ ہی خدا تعالٰی کا قرب

انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ خدا تعالٰے کا قرب حاصل کرے۔ وہ اس نفل کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اگلے سال انشاء اللہ تعالٰے یہ چندہ نوے فیصدی پر آجائے گا۔ اور اس وقت آنوں پائیوں کی کمی بھی جائز ہو گی۔ مثلاً جس نے اس سال پانچ روپے چندہ میں دیئے ہیں وہ اگلے سال ساڑھے چار روپیہ دے سکیگا۔ اور جس نے دس روپے دیئے ہونگے اس کے لئے نو روپے رہ جائیں گے۔ اسی طرح جس نے سو دیئے ہونگے۔ اگلے سال اسے نوے روپے دینے پڑیں گے اور جس نے تین سو روپے دیئے ہونگے۔ اسے ۲۷۰ روپے دینے پڑیں گے۔ غرض اس سال نہیں بلکہ اس سے اگلے سال پانچ روپے دینے والے کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ساڑھے چار دے اور دس دینے والے کے لئے یہ جائز ہوگا کہ وہ نو دے اور تیس والے کے لئے یہ جائز ہوگا۔ کہ وہ ۲۷ روپے دے مگر پھر بھی جو زیادہ چندہ دینا چاہے گا اس کے لئے رستہ کھلا ہوگا۔ یہ کمی اسی طرح سال بسال ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ پچاس فیصدی کمی پر آکر یہ چندہ ٹھہر جائے گا۔ اور دو سال اور گذرنے کے بعد اسے بند کر دیا جائے گا۔ اس انتظام کے ماتحت مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اتنے عرصہ میں تحریک جدید کے جو کارخانے قائم کئے گئے ہیں۔ اور اس کی جو جائدادیں خریدی گئی ہیں۔ وہ ایسے رنگ میں آزاد ہو جائیں گی۔ کہ مرکزی دفتر کے اخراجات خود بخود چلتے چلے جائیں گے۔

پس اس رنگ میں ہر سال اول تو چندے کا بوجھ کم ہوتا چلا جائے گا۔ اور دوسرے یہ تحریک ایک مستقل صورت اختیار کرتی چلی جائے گی۔

یاد رکھو۔ بہر حال قربانی خواہ کیسی ہی ہو۔ جب تک انسان اپنے آپ کو اللہ تعالٰے کے سپرد نہ کر دے اور اس کی

قربانی میں خلوص اور محبت

نہ پائی جائے۔ اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس نہ صرف قربانیوں کی ضرورت ہے بلکہ اس اخلاص کی بھی ضرورت ہے۔ جو قربانیوں کو نتیجہ خیز بناتا ہے۔ یہ تحریک ہے جو اس سال میں کر رہا ہوں۔ بعض دوست جن کو یہ خیال تھا کہ میں اب کی دفعہ پہلے سالوں سے زیادہ مالی قربانی کا مطالبہ کرونگا ان کی توقع کے خلاف میں نے قربانی کا مطالبہ کم کر دیا ہے لیکن اس کی میعاد بجائے تین سال کے اب میں نے دس سال کر دی ہے یعنی تین سال وہ جو گذر چکے ہیں اور سات سال وہ جو آئندہ آنے والے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ متعدد دوستوں کی طرف سے مجھے یہ چٹھیاں آچکی ہیں کہ میں اس تحریک کو تین سال میں ختم کرنے کی بجائے دس سال تک بڑھا دوں۔ میرا اپنا بھی خیال اس سنے سال سے اسی قسم کا اعلان کرنے کا تھا۔ پس ان تحریکوں کو جو بالکل میرے خیال سے توارد کھا گئیں۔ مجھے یقین ہوا کہ یہ الہٰی القاء ہے

پس اس

تحریک کی میعاد میں توسیع

اللہ تعالٰے کے نشاء کے ماتحت ہے اور دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اس میں اپنے اخلاص اور اپنی طاقت کے مطابق حصہ لیں۔ اسی طرح تحریک جدید کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امانت فنڈ کے متعلق

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ دوست جو امانت فنڈ میں روپے جمع کرا رہے ہیں وہ اپنے سابقہ طریق کو جاری رکھنے کی کوشش کریں۔ اور جنہوں نے ابھی تک اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ وہ اس سال سے ہی امانت فنڈ میں اپنے روپے جمع کرانے شروع کر دیں۔ مگر جو دوست آئندہ کیلئے اس میں حصہ نہیں لے سکتے اور چاہتے ہیں کہ ان کا روپیہ انہیں واپس دیا جائے۔ ان کے لئے دو صورتیں ہیں۔ جن کے متعلق مرکز کو یہ اختیار ہے۔ کہ وہ ان میں سے جو صورت چاہے اختیار کرے۔ یعنی وہ چاہے تو انہیں ان کے روپیہ کے بدلہ میں کوئی جائیداد دیدے۔ اور اگر روپیہ دینے کی گنجائش ہو۔ تو روپیہ واپس کر دے۔ لیکن دوستوں کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جن کے پاس روپیہ موجود ہے اور وہ امانت فنڈ میں آئندہ بھی رقوم جمع کرا سکتے ہیں۔ وہ اپنے اس طریق کو جاری رکھیں اور روپیہ برابر جمع کراتے رہیں۔ مگر وہ دوست جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اب وہ مجبور ہیں۔ اور آئندہ وہ امانت فنڈ کی تحریک میں شامل نہیں رہ سکتے۔ وہ دفتر کو اطلاع دیدیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ آیا وہ روپیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ یا جائیداد کو اگر وہ اپنی امانت بصورت نقد لینا چاہینگے۔ تو جس حد تک ممکن ہوگا۔ انہیں روپیہ واپس کر دیا جائیگا۔ اور اگر روپیہ نہ ہوا تو اس قیمت کی انہیں کوئی جائیداد دے دی جائیگی۔ اور جیسا کہ میں نے شروع میں ہی اعلان کر دیا تھا۔ اصل قاعدہ یہی ہے کہ جائیداد کی صورت میں امانت واپس کی جائے۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں دوستوں کا نفع بھی اسی میں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں انہیں کچھ فائدہ ہو جائے گا۔ جو لوگ امانت واپس لینا چاہیں اس کے لئے میں ایک کمیٹی بنا دوں گا جس میں زیادہ تر ان لوگوں کو شامل کروں گا۔ جو امانت فنڈ کے حصہ دار ہیں۔ تا وہ دیکھ لیں کہ کسی سے بے انصافی تو نہیں ہو رہی۔ اور آیا سب کے حقوق ادا ہو گئے ہیں یا نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو دوست اسے جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی اطلاع دیدیں۔ اور بحیثیت مجموعی سب دوست کوشش کریں۔ کہ اپنے اس طریق عمل کو جاری رکھیں اور بجائے حساب بند کرانے کے اور دوستوں کو بھی ترغیب دے کر نئے حساب کھلوائیں۔

کیونکہ اس کے فوائد نہایت اہم ہیں اور اس کو جاری رکھنا نہایت ضروری ہے پس تحریک جدید کے دوسرے دور میں میں جماعت کے احباب سے جو مالی مطالبہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ میں نے بتا دیا ہے۔ کہ تحریک کے پہلے سال میں دوستوں نے جس قدر چندہ دیا تھا۔ کوشش کریں۔ کہ اس سال بھی اسی قدر چندہ دیں اور جو زیادہ دے سکتے ہیں۔ وہ ثواب کے اس موقع کو نہ کھوئیں اور پہلے سے بھی زیادہ چندہ دیں اور جو مجبور ہیں اور اس تحریک میں بالکل حصہ نہیں لے سکتے ان کے متعلق میں دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور کرے اور انہیں آئندہ نیکیوں کے کاموں میں شامل ہونے کی توفیق عطا کرے اور وہ لوگ جنہوں نے باوجود وعدے لکھانے کے اپنے چندے ادا نہیں کئے ان سے میں کہتا ہوں۔ کہ خدا تم پر رحم کرے میں نے ہر چند چاہا کہ تم گنہگار نہ بنو۔ میں نے تمہارے لئے اس چندہ کو طوعی رکھا میں نے تمہیں کہا۔ کہ اگر تم وقت کے اندر ادا نہیں کر سکتے تو مزید مہلت لے لو میں نے تمہیں کہا کہ اگر تم بالکل دینے کی طاقت نہیں رکھتے تو چندہ معاف کرا لو مگر افسوس تم نے میری کسی رعایت سے فائدہ نہ اٹھایا اور گنہگار ہونا پسند کر لیا۔ یاد رکھو مجھے روپے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنے لئے تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ میں خدا کے لئے اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے تم سے مانگ رہا ہوں۔ اور اگر تم اس چندہ میں حصہ نہیں لوگے تو خدا خود اپنے دین کی ترقی کا سامان کرے گا مگر میں اس سے ڈرتا ہوں۔ کہ تم دین کی ترقی میں حصہ نہ لے کر گنہگار نہ بنو پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم اس موقع کو غنیمت سمجھو اور خدمتِ اسلام کے لئے اپنے مالوں کو قربان کر دو جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا۔ میں اس کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کر چکے ہیں۔ کہ اے خدا وہ شخص جو تیرے دین کی خدمت میں حصہ لے تو اس پر اپنے خاص فضلوں کی بارش نازل فرما۔ اور آفات اور مصائب سے اسے محفوظ رکھ۔ پس وہ شخص جو اس تحریک میں حصہ لے گا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا سے بھی حصہ ملے گا۔ اور پھر میری دعاؤں میں بھی وہ حصہ دار ہو جائے گا۔ پس جو شخص اس تحریک میں حصہ لے سکتا ہے۔ وہ لے اور اگر کوئی شخص اس میں حصہ نہیں لے سکتا تو میں اسے کہتا ہوں۔ کہ تم ہرگز حصہ نہ لو۔ تم خدا کے حضور بری ہو۔ اور جو لوگ زیادہ حصہ لے سکتے ہیں۔ انہیں میں کہتا ہوں۔ کہ میری حدبندیوں کو نہ دیکھو خدا تعالیٰ کے پاس غیر محدود ثواب ہیں۔ اگر تم زیادہ قربانی کروگے تو زیادہ ثواب کے مستحق بنو گے۔

غرض یہ

تحریک جدید کا مالی حصہ

ہے۔ جس کا مطالبہ آج میں نے سب کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور میں نے بتا دیا ہے۔ کہ یہ چندہ رفتہ رفتہ گھٹتے گھٹتے پچاس فیصدی تک آجائیگا۔ اور سات سال گذرنے کے بعد بند کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس وقت تک اس محکمہ کو ایسا مضبوط بنا دے کہ یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہو جائے اور اپنی مستقل آمد سے تبلیغ کی ضرورتوں کو پورا کرتا چلا جائے۔ اسی طرح وہ دوست جنہوں نے امانت فنڈ میں روپیہ جمع کرانے کا کام گذشتہ سالوں میں جاری رکھا ہے۔ انہیں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ بھی یہ بتا دیں۔ کہ آئندہ کے لئے وہ اس سلسلہ کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ یا بند کرنا چاہتے ہیں۔ اگر بند کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیں کہ وہ کس چیز کو ترجیح دیتے ہیں۔ روپیہ کو یا جائداد کو۔ گو مرکز اس بات کا پابند نہیں۔ کہ وہ امانت جمع کرانے والے کو ضرور روپیہ دے۔ لیکن اس بات کی کوشش ضرور کی جائے گی۔ کہ اگر روپیہ ہو تو انہیں روپیہ ہی واپس کیا جائے۔ اور اگر روپیہ نہ ہوا تو انہیں قیمت خرید کے مطابق کوئی جائداد دے دی جائے گی۔ لیکن میں دوستوں کو تحریک کرتا ہوں۔ کہ وہ

آسودہ حال احباب کی تعریف

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۹۳۴ء کے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں

۱۔ "میں نے آسودگی کا جو معیار اپنے دل میں رکھا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو لوگ ڈیڑھ سو روپیہ یا اس سے زیادہ آمد رکھتے ہیں وہ آسودہ حال ہیں۔ ہماری جماعت میں ایسے احباب کی تعداد بہت کم ہے۔ جو فی الواقعہ امیر ہیں۔ متوسط طبقہ زیادہ ہے۔ انہی کو ہم امیر کہدیتے ہیں۔ مگر ہمارے متوسط طبقہ نے جو قربانیاں کی ہیں وہ اپنی شان میں بہت اہم ہیں"

۲۔ "جو شخص کم سے کم حصہ پوری مقدار پر لینا چاہے یا لے سکتا ہو۔ اسے تین سو روپے یا اس سے زائد پہلے سال کی تحریک میں چندہ دینا چاہیئے"

۳۔ "کئی دوستوں نے تین سو روپے کو آخری حد سمجھا۔ حالانکہ یہ زیادہ توفیق والوں کیلئے نیچے کی حد تھی۔ اوپر کی حد نہ تھی۔ مگر بعض نے بہت بڑی قربانی کا بھی ثبوت دیا ہے" فنانشل سکرٹری تحریک جدید۔ قادیان

304
Digitized by Khilafat Library Rabwah

امانت فنڈ میں روپیہ جمع کرانے کا کام

جاری رکھیں۔ اور جو دوست ابھی تک اس میں شامل نہیں ہوئے وہ اس وقت ہی شامل ہو جائیں۔ لیکن بہرحال جو لوگ نئے شامل ہونگے یا وہ دوست جو اپنے گذشتہ طریق عمل کو جاری رکھیں گے۔ انہیں مسلسل سات سال اور امانت فنڈ میں روپیہ جمع کرانا پڑے گا اور گو روپیہ پس انداز کرنا صرف سات سال یا دس سال تک ضروری نہیں ہوتا۔ ساری عمر ہی انسان کو اپنا روپیہ پس انداز کرتے رہنا چاہیئے۔ لیکن اس تحریک میں شامل ہونے والے کو سات سال اور اپنا روپیہ امانت فنڈ میں جمع کرانا پڑے گا۔ اور اگر کوئی شخص سات سال تک جمع نہیں کرا سکتا تو کم سے کم اور تین سال کے لئے ہی جمع کرا دے لیکن میری نصیحت یہی ہے کہ جن دوستوں نے امانت فنڈ کی تحریک میں شمولیت اختیار کی ہے۔ انہیں چاہیئے کہ ان سے جہاں تک ہو سکے اسے جاری رکھیں مجھے افسوس ہے کہ اس فنڈ میں روپیہ کی آمد میں کمی ہوتی چلی جا رہی ہے پہلے سال ستر ۷۵ پچھتر ہزار روپیہ جمع ہوا۔ دوسرے سال ساٹھ ہزار اور اس سال چالیس بیالیس ہزار۔ یہ کوئی یقینی اعداد و شمار نہیں۔ مگر جو صحیح اعداد و شمار ہیں وہ اس کے قریب قریب ہیں حالانکہ یہ نہایت ہی اہم فنڈ ہے اور ایک مجلس شوریٰ کے موقع پر ایک خفیہ میٹنگ میں میں نے دوستوں پر اس کی اہمیت کو پوری طرح واضح کر دیا تھا۔ پس اس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اسے کسی لحہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ گذشتہ احرار کے فتنہ میں ہمارے دشمنوں کو جو ناکامی ہوئی اس میں امانت فنڈ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور اب جو نیا فتنہ اٹھا تھا اس نے بھی اگر زور نہیں پکڑا تو در حقیقت اس میں بھی بہت سا حصہ تحریک جدید کے امانت فنڈ کا ہے۔ پس اس امانت فنڈ میں جو دوست حصہ لے سکتے ہیں وہ ضرور لیں اور چاہے ایک روپیہ یا دو روپے ماہوار جمع کرائیں۔ بالالتزام اس فنڈ میں روپیہ جمع کراتے جائیں اور جو پہلے ہی اس میں حصہ لے رہے ہیں۔ وہ اسے جاری رکھیں۔ اور سات سال اور روپیہ جمع کراتے جائیں لیکن جو لوگ سات سال تک روپیہ جمع نہ کرا سکتے ہوں وہ کم از کم تین سال اور ہی اس میں حصہ لیں اور جو لوگ آئندہ اس میں شامل نہیں رہنا چاہیئے اور اپنی

جمع شدہ امانت واپس لینا چاہتے ہیں

انہیں چاہیئے۔ کہ وہ یہ اطلاع دیں کہ وہ روپیہ لینا چاہتے ہیں۔ یا جائداد لینا چاہتے ہیں اگر روپیہ کا مطالبہ کریں گے۔ تو گو کوشش ہماری یہی ہوگی۔ کہ انہیں روپیہ واپس دیا جائے۔ لیکن اگر روپیہ نہ دیا جا سکا تو جیسا کہ میں نے پہلے بتا دیا تھا انہیں اس روپیہ کے بدلہ میں اسی قیمت کی کوئی جائداد دے دی جائے گی۔ اور جو آئندہ کے لئے اس میں شامل رہنا چاہتے ہوں لیکن گذشتہ امانت واپس لینا چاہتے ہوں وہ بھی اطلاع دیدیں۔ غرض تمام دوستوں کی طرف سے فرداً فرداً اطلاعات آجانی چاہئیں۔ اس کے بعد ایک کمیٹی بنا دی جائے گی جس میں حصہ داران کو بھی شامل کیا جائیگا اور وہ روپیہ کی تقسیم کے کام میں مشورہ دیں گے۔ تا کسی کو شکایت پیدا نہ ہو۔

پس مالی مطالبہ سے میں اس تحریک جدید کے دوسرے دور کا آغاز کرتا ہوں اور اس کی باقی تفصیلات کو اگلے خطبات پر ملتوی کرتا ہوں۔ اس وقت میں بتاؤنگا کہ ہماری جماعت پر کتنی اہم ذمہ واریاں عائد ہیں اور اسے اپنے نظام میں کس رنگ کی تبدیلی کرنی چاہیئے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

کارکنوں کا فرض

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں

"کارکنوں کا کام صرف یہی ہے۔ کہ تحریک دوسروں تک پہنچا دیں۔ اور دس پندرہ دن کے بعد پھر یاد دہانی کر دیں۔ اسی طرح جماعتوں کے سکرٹری بھی احباب تک اس تحریک کو پہنچا دیں۔ یہ کسی کو نہ کہا جائے کہ اس میں حصہ ضرور لو۔ جو کہتے ہیں ہمیں توفیق نہیں انہیں مت کہو کہ حصہ لیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نہیں چاہتا کہ جو باوجود توفیق کے حصہ نہیں لیتے ان کا حصہ اس پاک تحریک میں شامل ہو۔ اگر ایسا شخص دوسروں کے زور دینے پر حصہ لے گا تو وہ ہمارے پاک مال کو گندہ کرنے والا ہوگا۔ پس ہمارے پاک مالوں میں ان کے گندے مال شامل کر کے ان کی برکت کم نہ کرو۔"

مخلصین کو چاہیئے۔ کہ تحریک کا خطبہ ملتے ہی پوری سرگرمی سے کام شروع کر دیں۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو۔ وعدے لے کر فارم حضور کی خدمت میں بھیج دیں۔

فنانشل سکرٹری تحریک جدید

مخلصین جماعت کا شاندار ایثار

ایکدن میں ۳۵۶۴ روپے وصول ہوئے

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تحریک جدید میں ۳۰ر نومبر تک بحیثیت مجموعی بجملہ وعدوں کے بیاسی فیصدی وصولی ہو چکی ہے۔ اور بقیہ رقم اکثر ایسے احباب سے متعلق ہے۔ جن کا وعدہ دسمبر جنوری یا اس کے بعد ادا کرنے کا ہے۔ مخلصین جماعت نے حضور کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ کہ "اس پہلے درجہ کی آخری جماعت میں ہمارے دوست ایسے اعلیٰ نمبروں پر پاس ہونگے کہ خدا کے فضل ان پر بارش کی طرح نازل ہونے لگیں گے اور دشمنوں کے دل مایوسی سے پُر ہو جائیں گے۔ اور منافقوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جائے گی۔" ۳۰ر نومبر ۱۹۳۷ء کو نہایت شاندار نظارہ پیش کیا۔ یعنی اس دن قادیان کے بہت سے احباب نے اپنے وعدوں کو وقت کے اندر پورا کرنے کی خاص کوشش کی۔ اور بیرونی جماعتوں کے احباب کی طرف سے بھی رقوم داخل ہوئیں۔ حتیٰ کہ بعض مخلصین نے جب دیکھا کہ منی آرڈر بہرحال ۳۰ر نومبر کے بعد ملے گا۔ تو انہوں نے رقوم بذریعہ تار بھیج دیں۔ چنانچہ ٹنہ دآدم۔ نبی سر روڈ۔ چھاؤنی جالندھر۔ کنگ سے بذریعہ تار روپیہ موصول ہوا۔ اور ۳۰ر نومبر کی شام تک تین ہزار پانچ سو چونسٹھ روپے داخل ہوئے۔ ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں ان کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ میں نے ان کے وعدوں کے پورے ہونے کی مفصل فہرست حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کر کے دعا کے لئے درخواست کی ہے اللہ تعالےٰ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے۔ اور اس کا نعم البدل دے۔ اور مزید قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

فنانشل سکرٹری تحریک جدید۔
قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہایت کی حد سستی انمول جواہر کوڑیوں کے مول خریدیے یہ نادر موقع ہے اس سے فائدہ اٹھائیے

تیئس ۲۳ نادر و نایاب کتابیں - حجم دو ہزار ایکسو صفحہ
کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ - مگر قیمت صرف ساڑھے تین روپیہ وہ کتابیں ہیں جو

قومی سرمایہ سے قائم شدہ

بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے

گذشتہ سال جس قدر شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ تنگیٔ وقت اور مینیجر کی اچانک علالت کے باعث وقت پر پوری تعداد میں نہ چھپ سکیں۔ جس کی وجہ سے بہت سے دوست ان کو حاصل کرنے سے محروم رہ گئے تھے۔ اب خواہشمند احباب کی خاطر اس سال باقی تعداد بھی چھپوائی گئی ہے اور باوجود کاغذ کی گرانی کے قیمت وہی رکھی ہے۔ جس کا پہلے اعلان کیا گیا تھا۔ امید ہے کہ دوست اس نادر موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جلد اول صفحات ۴۶۰

یہ حقایق و معارف کا مجموعہ یقیناً اس قابل ہے کہ دوست اسے دیکھیں اور باغ باغ ہو جاویں۔ اور اس میں جو دلائل حقہ اور علوم روحانیہ بھرے پڑے ہیں۔ ان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔ اس مجموعہ ملفوظات میں دوستوں کو ہر قسم کے دلائل ملیں گے۔ جن میں حضرت اقدس کے دعویٰ مسیحیت کے دلائل کے علاوہ مختلف موقعوں پر مختلف استعداد اور خیالات کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے جو حضور انور نے حقایق و معارف بیان فرمائے۔ وہ بھی پڑھنے کو ملیں گے۔ جو پڑھنے والوں کے دل و دماغ کو روشن کر دیں گے۔ پس اس مجموعہ حقائق کو نہ صرف خود پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی پڑھوانا چاہیئے۔ بلکہ جماعتیں اپنے اپنے ہاں اس کا درس دیا کریں۔ کیونکہ تزکیہ نفس کے لئے یہ اکسیر اعظم ہے۔ اور باوجودیکہ کاغذ اچھا متوسط درجہ کا۔ لکھائی عمدہ چھپائی اعلیٰ حجم ۴۶۰ صفحہ سائز بڑا۔

مگر اس پر بھی قیمت برائے نام یعنی قسم دوم غیر مجلد ۱۲/ مجلد ایک روپیہ قسم اول مجلد عہ غیر مجلد عہ

ہمیں توقع ہے کہ اس بہترین روحانی تحفے کو دوست ہاتھوں ہاتھ خرید لیں گے۔ کیونکہ اس کی برائے نام قیمت کو دیکھ کر خیال ہے کہ جلسہ کے بعد یہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گی۔ اور دوستوں کو "تذکرہ" کی طرح اس کے لئے بھی دوسرے ایڈیشن کے لئے صبر آزما انتظار کرنا پڑے گا۔

حضرت سلطان القلم ؑ کی

بیس ۲۰ نادر و نایاب کتابیں

حجم ایکہزار صفحہ قیمت صرف عہ

بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے احباب جماعت کی خاطر بصرف زر کثیر مندرجہ ذیل کتابیں بھی نہایت اہتمام سے چھپوائی ہیں۔ جن کا سائز بڑا۔ کاغذ اچھا۔ لکھائی دیدہ زیب، چھپائی اعلیٰ ٹائیٹل جاذب نظر۔ اور مجموعی ضخامت ایکہزار صفحہ۔ لیکن باوجود ان محاسن کے ان چھوٹی بڑی بیس کتابوں کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ رکھی گئی ہے۔ تاکہ دوست اپنے محبوب آقا کا علم کلام آسانی کے ساتھ خرید سکیں۔ اور اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں۔ امید ہے کہ دوست اس نادر موقعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) انجام الحجۃ (۲) ضرورت الامام (۳) سراج منیر (۴) استفتاء اردو۔ (۵) تحفۃ الندوۃ (۶) اربعین کامل (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) تجلیات الٰہیۃ (۹) احمدی اور غیر احمدی میں فرق (۱۰) آریہ دھرم (۱۱) ضیاء الحق (۱۲) چشمہ مسیحی (۱۳) حجۃ اللہ (۱۴) نسیم دعوت (۱۵) پیغام صلح (۱۶) کشف الغطاء (۱۷) الانذار (۱۸) الانذار من وحی السماء (۱۹) ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی (۲۰) حقیقۃ المہدی تھوڑی سی تعداد اعلیٰ کاغذ پر بھی چھپوائی گئی ہے۔ جس کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

305
Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذکرِ حبیبؑ (صفحات تقریباً ۴۵۰)

یہ حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب نے کئی سال کی محنت اور تحقیق کے بعد لکھی ہے۔ جسے **بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان** نے بصرف زرکثیر چھپوایا ہے۔ چونکہ قبلہ مفتی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابی ہیں۔ اور انہیں حضور کے پاس رہنے کا کافی موقعہ ملا ہے اس لئے آپ نے اپنے مخصوص اور دلربا طرز میں اپنے آقا کے چشمدید حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ اس کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مقالات ملفوظات اور تقریریں بھی جمع کی ہیں۔ جو حضور وقتاً فوقتاً اپنی زندگی میں ارشاد فرماتے رہے۔ یہی کیوں۔ بلکہ بہت سے ایسے فوٹو بھی لگائے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کس کس قسم کی سواری استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کس قسم کے ممبر پر کھڑے ہو کر حضورؑ تقریر فرماتے تھے۔ وہ کونسا مکان یا کمرہ تھا۔ جہاں حضورؑ ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔

الغرض حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بڑی جستجو اور محنت کے ساتھ ان تاریخی چیزوں کے فوٹو مہیا کئے ہیں۔ جنہوں نے کتاب کو اور بھی چار چاند لگا دئے ہیں۔ جو دوست اپنے محبوب آقا کے حال اور قال سے واقف ہونا چاہتے ہوں۔ اور خدا کے مسیح اور اس کے حواریوں کی پرلطف مجلسوں کے پرکیف قصے سننا چاہتے ہوں۔ اور ذکرِ حبیبؑ پڑھ کر وصل حبیب کے مزے لینا چاہتے ہوں وہ ضرور بالضرور اس

نادر معرکتہ الآرا تصنیف

کو خریدیں۔ اس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی دل کو سکینت اور روح کو ایک پرکیف معرفت نصیب ہوگی۔ ہمیں امید ہے۔ کہ تزکیہ نفس کے خواہشمند اس در بے بہا کو شوق کے ہاتھوں لیں گے۔ جس کا کاغذ اعلےٰ لکھائی خوشخط۔ چھپائی عمدہ۔ سرورق دیدہ زیب سوا فوٹو سائز بڑا ۲۰×۲۶/۸ ضخامت قریباً (۴۵۰) صفحہ مگر باوجود ان خوبیوں کے قیمت قسم دوم غیر مجلد ۱۴ار مجلد عہ/ قیمت قسم اعلےٰ مجلد عہ/ غیر مجلد ایک روپیہ ۲ آنہ عہ/

تحقیق جدید متعلقہ قبر مسیحؑ

مصنفہ حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب

حضرت مفتی صاحب نے کئی سال کی محنت تلاش اور تحقیق کے بعد ملک کے دور دراز علاقوں کا سفر کرنے اور سینکڑوں کتابیں پڑھنے کے بعد حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر کے متعلق یہ بھی ایک نہایت ہی محققانہ کتاب

تحقیق جدید متعلقہ قبر مسیح

لکھی ہے جو ہر ایک علم دوست اور حق پسند شخص کو پڑھنی چاہیئے۔ احباب جماعت اپنے ہاں کے سمجھدار سلیم الطبع اور علم دوست غیر احمدیوں کو یہ تحفہ دیں۔ تو انشاء اللہ تبلیغ کے لئے نہایت مفید اور مؤثر ثابت ہوگی۔

اس میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور آپ کی والدہ اور حواریوں کا ہندوستان میں آنا۔ اہل کشمیر کا بنی اسرائیل ہونا۔ کشمیری زبان اور عبرانی زبان کا تطابق۔ پرانی عمارتوں۔ پرانی دستاویزوں پرانی روائتوں اور پرانی کتابوں کی شہادتوں سے روز روشن کی طرح ثابت کیا گیا ہے۔ نیز زمانہ حال کے بھی بہت سے یوربین محققین کی شہادتیں جمع کی گئی ہیں۔ مزید براں ۱۵ عدد عکسی فوٹو بھی لگائے گئے ہیں۔ جس نے کتاب کی خوبصورتی کو اور بھی مزین کر دیا ہے۔ ۱۵ عدد فوٹو کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی اعلےٰ حجم ۱۸۰ صفحہ کے باوجود قیمت قسم اول بغیر جلد ۸ر اور مجلد ۱۰ر قسم دوم بغیر جلد ۶ر اور مجلد ۷ر توقع ہے کہ احمدی دوست اس نادر اور بہترین کتاب کے متعدد نسخے خرید کر اپنے ہاں کے غیر احمدی دوستوں کو تحفۃً دینگے۔ اور خود بھی پڑھینگے اور فائدہ اٹھائینگے

احمدیّت یعنی حقیقی اسلام (انگریزی)

یہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا وہ معرکتہ الآرا مضمون ہے جو مذاہب عالم کانفرنس ومبلے (لنڈن) کیلئے لکھا گیا۔ اور جسے انگلستان کے سربرآوردہ اصحاب نے پسند کیا تھا۔ پہلے اسکی قیمت ۸ تھی مگر عام اشاعت کی خاطر معمولی سستا شائع کیا گیا ہے جس کی قیمت صرف ۱۳ار رکھی گئی ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ امید ہے کہ اسلام کے شیدائی اور احمدیت کے پروانے حضرت امیر المومنین کے اس ماسٹر پیس کی زیادہ سے زیادہ جلدیں خرید کر کثرت سے تقسیم کریں گے۔ اردو کا بھی سستا ایڈیشن چھاپا گیا ہے۔ جس کی قیمت قسم اول کی ۱۱ر اور قسم دوم کی ۹ر رکھی گئی ہے۔

بشارتِ احمدؐ

اس نئی اور جدید تصنیف میں حیدر آباد کے مشہور معاند سلسلہ پروفیسر الیاس برنی کی کتاب "قادیانی مذہب" کا مکمل مدلل اور مفصل جواب دیا گیا ہے۔ چونکہ برنی صاحب کی کتاب غیر احمدیوں میں متواتر تقسیم کی جا رہی ہے اور احمدیت کے خلاف شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے احمدیوں کو چاہیے۔ اس کا جواب **بشارت احمد** بھی خرید کر غیر احمدیوں میں بکثرت شائع کریں۔ تاکہ ناواقفوں کو احمدیت کا صحیح رنگ روپ نظر آجائے کاغذ لکھائی چھپائی اعلےٰ حجم تقریباً چار صد صفحہ مگر قیمت صرف عہ/

خاکسار۔ منیجر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان

رعایت جلسہ سالانہ کیلئے خاص

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی مجربات آپکے شاگرد کی دوکان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نعمت الٰہی لڑکے پیدا ہونے کی دوائی

یہ دوائی مرد کو کھلائی جاتی ہے۔ ایسا کون ہے۔ جس کو نرینہ اولاد کی خواہش نہ ہو اس بہترین ثمر کا ہر ایک انسان خواہشمند ہے۔ جس گھر میں نرینہ اولاد نہ ہو۔ کیا امیر کیا غریب ہر وقت اولاد کی خواہش رکھتے ہوئے اداس غمگین وغیرہ مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور جن کو مولا کریم نے نرینہ اولاد دی ہے۔ وہ بھی اور کی خواہش رکھتے ہیں۔ لہٰذا جن دوستوں کو اولاد کی ضرورت ہو۔ وہ ارسطوئے زماں استاذی المکرم حضرت مولانا شاہی طبیب حکیم نورالدینؓ کی مجرب لڑکے پیدا ہونے کی دوائی استعمال کرکے بے ثمری کا داغ دور کریں۔ مکمل خوراک چھ روپے علاوہ محصولڈاک دواخانہ معین الصحت قادیان سے ملتی ہے۔

قبض کشا گولیاں

قبض تمام بیماریوں کی ماں ہے۔ کبھی کبھار کی قبض بھی ناک میں دم کر دیتی ہے۔ اور دائمی قبض سے تو اللہ تعالےٰ محفوظ و امن میں رکھے۔ آمین دائمی قبض سے بواسیر ہو جاتی ہے۔ حافظہ کمزور نسیاں غالب ضعف بصر۔ دہند لگرے آشوب چشم ہوتا ہے۔ دل دھڑکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں پھولتے ہیں۔ کام کو جی نہیں چاہتا۔ ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ معدہ جگر تلی کمزور ہوتے ہیں۔ اور کئی قسم کی بیماریاں آموجود ہوتی ہیں۔ ہماری تیار کردہ قبض کشا گولیاں مذکورہ بالا بیماریوں کے لئے اکسیر سے بڑھ کر ثابت ہو چکی ہیں۔ ان کے استعمال سے متلی یا گھبراہٹ قے وغیرہ نہیں ہوتی رات کو کھا کر سو جائیں صبح کو اجابت کھل کر آتی اور طبیعت صاف ہو جاتی ہے۔ ان کا استعمال صحت کا بیمہ ہے۔ قیمت یکصد گولی عہ

مقوی دانت منجن

اگر آپ کے دانت کمزور ہیں۔ مسوڑوں سے خون یا پیپ آتی ہے۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ دانت ہلتے ہیں۔ گوشت خورہ یا پائیوریا کی بیماری ہے۔ دانت میلے ہیں۔ ان کی وجہ سے معدہ خراب ہے۔ ہاضمہ بگڑ گیا ہے۔ دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے۔ توان امراض کیلئے ہمارا تیار کردہ مقوی دانت منجن استعمال کرنے سے بفضل خدا تمام شکایت دور ہو جاتی ہے۔ اور دانت مضبوط ہو کر موتی کی طرح چمکتے ہیں قیمت ۲ اونس شیشی بارہ آنے (۱۲/)

تریاق گردہ

درد گردہ ایسی موذی بلا ہے۔ کہ الامان جس کو ہوتا ہے۔ وہی اس کی تکلیف کو جانتا ہے اس کا دورہ جب شروع ہوتا ہے۔ اس وقت انسان زندگی کا خاتمہ سمجھتا ہے۔ اس کے لئے ہمارا تیار کردہ تریاق گردہ و مثانہ بحد اکسیر ثابت ہو چکا ہے۔ اس کی پہلی خوراک سے آرام شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے بفضل خدا پتھری یا کنکری خواہ گردہ میں ہو۔ خواہ مثانہ میں ہو۔ خواہ جگر میں ہو۔ سب کو باریک پیس کر بذریعہ پیشاب خارج کرتا ہے۔ جب کنکر کھر کھر کر باریک ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جگہ سے اکھڑ جاتا ہے۔ تو بذریعہ پیشاب خارج ہوتا ہوا بیمار کو آگاہ کر جاتا ہے۔ اس کے بعد بیمار کو درد کی شکایت نہیں ہوتی۔ قیمت ایک اونس عہ/

حبّ نظامی (رجسٹرڈ)

یہ گولیاں موتی مشک زعفران کشتہ یشب عقیق مرجان وغیرہ سے مرکب ہیں۔ پٹھوں کو طاقت دینے میں بے مثل ہیں۔ حرارت غریزی کو بڑھانے میں بے حد اکسیر ہیں۔ جن پر انسان کی صحت کا دار و مدار ہے۔ طاقت مردمی کے بڑھانے میں لاجواب ہیں۔ کمزوری کی دشمن ہیں۔ طاقت و توانائی کی دوست ہیں۔ دل و دماغ جگر سینہ گردہ مثانہ کو طاقت دیتی اور امساک پیدا کرتی ہیں۔ قوت کے مایوسوں کے لئے تحفہ خاص ہے۔ قیمت ایک ماہ کی خوراک ۶۰ گولی چھ روپے (۶) المشتہر

خاکسار حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح اول نور الدین اعظم رض دواخانہ معین الصحت قادیان

306

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مخلصین جماعت سے ضروری گذارش

چندہ تحریک جدید کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کیجائے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا چوتھے سال کی مالی قربانی کے متعلق خطبہ جمعہ جماعتوں اور احباب کی خدمت میں دفتر تحریک جدید کی طرف سے بھیجا جا رہا ہے تاکہ (۱) وہ اپنی جماعت کے مردوں اور عورتوں کو جمع کرکے سنا دیں اور اس کی غرض اور مقصد واضح طور پر سمجھا دیں۔ تا احباب پہلے سال کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ لے سکیں۔ اور خود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تو پہلے سال میں جو سات سو بیس روپے کی رقم ادا فرمائی تھی۔ اس سے قریباً سہ گنا اضافہ کرکے چوتھے سال کے لئے دو ہزار روپے کا وعدہ فرمایا ہے جن احباب کو اللہ تعالےٰ توفیق دے انہیں چاہیئے کہ وہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے اسوۂ حسنہ کے ماتحت اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی مالی وسعت کے مطابق جہاں تک ہو سکے اپنے پہلے سال کے وعدے میں اضافہ فرمائیں

۲۔ یہ خطبہ نمبر ہر جماعت کو خواہ وہاں الفضل جاتا ہے۔ یا نہیں اس لئے بھیجا جا رہا ہے۔ کہ احباب خطبہ سنانے کے بعد اخبار میں جو فارم رکھا گیا ہے۔ اس کو حتی الوسع اسی وقت مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور بعد تکمیل یہ فارم سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور بھیجدیں۔

۳۔ یہ خطبہ نمبر ان احباب کی خدمت میں بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ جن کے چندے براہ راست مرکز میں آتے ہیں۔ ممکن ہے اخبار الفضل براہ راست بھی ان کو جاتا ہو۔ مگر دفتر تحریک جدید کی غرض خاص طور پر خطبہ نمبر پیش کرنے سے یہ ہے کہ دوست حضور کی اس تقریر کو مکرر سہ کرر بغور پڑھ لیں۔ اور اس کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے ایک ایک لفظ پر عملی لبیک کہیں تا وہ مقصد حاصل ہو جو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پیش نظر ہے

۴۔ ایسے احباب کی خدمت میں بھی یہ پرچہ خاص طور پر بھیجا جا رہا ہے۔ جو خدا کے فضل سے آسودہ حال ہیں۔ اور ان کی آمدنی معقول ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اخبار کے بھی خریدار ہوں۔ مگر دفتر تحریک جدید زیادتی اخراجات کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ پرچہ اس لئے پیش کر رہا ہے۔ کہ وہ خاص طور پر تحریک جدید کی اس مالی قربانی میں دل کھول کر حصہ لیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ ان کی جماعت کا فارم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور جلد سے جلد پیش ہو جائے۔ تا انکو سابقون الاولون میں شامل ہونے کا ثواب حاصل ہو

۵۔ اس خطبہ نمبر کے ساتھ فارم وعدہ چندہ تحریک جدید ۳۸-۱۹۳۷ء ہر جماعت اور ہر فرد کو بھیجا جا رہا ہے ممکن ہے یہ فارم کسی اخبار کے پرچے سے نہ نکلے۔ اس لئے ذیل میں فارم کا نمونہ درج کیا جاتا ہے

(۱) نمبر شمار (۲) نمبر معطی معہ پورا پتہ (اس خانہ کی تکمیل یعنی ہر دوست کا پورا پتہ دینا جس سے خط و کتابت ہو سکے۔ نہایت ضروری ہے۔) (۳) دوسرے سال یعنی ۳۵-۱۹۳۴ء میں کیا وعدہ کیا تھا۔ (اس خانہ میں آپ وہ رقم لکھدیں جس کے دینے کا آپ نے تحریک جدید کے سب سے اول سال میں وعدہ کیا تھا۔ (۴) چوتھے سال یعنی ۳۸-۱۹۳۷ء کے لئے کس قدر رقم کا وعدہ ہے۔ (۵) اگر رقم یکمشت ادا کرنا ہے۔ تو کس ماہ میں۔ اگر ماہوار قسط سے ادا کرنا ہے۔ تو کس ماہ سے کتنی رقم شروع ہوگی۔ (جس طرح خانہ ۲ اور ۳ اور ۴ کی تکمیل نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح خانہ ۵ میں یہ دکھایا جائے کہ خانہ ۴ کی رقم مذکورہ بالا کس طرح ادا ہوگی۔ اس خانہ میں "دوران سال" کا لفظ نہ لکھا جائے۔ کیونکہ اس وقت تیسرے سال کے وعدے وقت پر پورے نہ کرنے والے جس قدر احباب ہیں۔ ان میں سے اکثر حصہ ایسے ہی دوستوں کا ہے جنہوں نے وعدہ کرتے ہوئے "دوران سال" لکھا تھا۔ لیکن جب ان کو ادا کرنے کی تحریک کی گئی تو اس وقت نفس نے ان کو یہ دھوکا دیا۔ کہ ہمارا وعدہ تو دوران سال کا ہے اور ابھی تو بہت وقت باقی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جب آخری مہینہ آگیا۔ تو باوجود ادائیگی کی دلی خواہش اور تڑپ رکھنے کے وہ ادا نہ کر سکے۔ اور اب مجبوراً مزید مہلت کی درخواست کر رہے ہیں پس احباب کو چوتھے سال کے وعدہ کرتے ہوئے یہ لکھا جائے کہ

عید کے دن ڈاکخانہ میں خط

ڈال لینے سے امرت بوٹی قوت مردانہ مقوی اعضائے رئیسہ۔ معدہ۔ جگر۔ دماغ کو بیحد طاقت دینے والی بوڑھوں کی کمر کو لوہے کی مانند مضبوط بنانے میں اکسیر دوا پچاس گولی کی شیشی عہ کی بجائے عہ رہیں .. گولی معہ برقی مالش عہ کی بجائے عہ رہیں ملیگی۔ مینیجر احمدیہ یونانی فارمیسی جالندھر کنٹ پنجاب

رمضان المبارک کی خوشی میں خاص رعایت

عرق ماء اللحم عنبری سہ آتشہ

یہ خاص الخاص عرق اعضائے رئیسہ کو قوت دے کر صالح خون کثرت سے پیدا کرتا ہے۔ رمضان المبارک میں افطاری کے وقت پانچ تولہ عرق ایک پاؤ دودھ میں دو تولہ خالص شہد ڈال کر استعمال فرمائیں۔ اور ایک تولہ حلوا مقوی کھائیں۔ جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی۔ اور فرحت وانبساط کی لہریں محسوس ہوں گی۔ عرق ماء اللحم فی بوتل للعہ صرف رمضان میں رعایتی قیمت ہے اور حلوا مقوی عہ میں آدھ سیر

عمدہ اور مجرب ادویہ کے ملنے کا پتہ

ویدک یونانی دواخانہ زینت محل دہلی

ضرورت رشتہ ایک ستبیس سالہ احمدی نوجوان کیلئے جو ایک مستقل سرکاری ملازمت رکھتے ہیں۔ اور ان دنوں انگلینڈ میں ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں ایک موزوں خوبصورت اور سلیقہ شعار رشتہ کی ضرورت ہے ایسے رشتہ کو ترجیح دیجائیگی جو کم سے کم میٹرک پاس ہو درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں۔ خ معرفت مینیجر صاحب الفضل قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نارتھ ویسٹرن ریلوے

کرسمس اور سالِ نو کی تعطیلات کے لئے رعائتیں

آئندہ کرسمس اور سالِ نو کی تعطیلات کے لئے واپسی ٹکٹ جو ۱۷ جنوری ۱۹۳۸ء تک کام آسکیں گے۔ مندرجہ ذیل شرح سے نارتھ ویسٹرن ریلوے پر ۱۴ دسمبر سے لیکر ۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء تک جاری کئے جاویں گے۔ بشرطیکہ ایک طرف کا فاصلہ سفر سو میل سے زیادہ ہو۔ یا ۱۰۱ میل کا رعائتی کرایہ ادا کیا جائے۔

اول اور دوم درجہ	ایکطرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا ایک تہائی
درمیانہ اور سوم درجہ	ایکطرف کا پورا کرایہ اور دوسری طرف کا نصف

چیف کمرشل منیجر لاہور

سندھ میں ایک تجربہ کار پٹواری کی ضرورت

اراضی سندھ میں ایک تجربہ کار پٹواری کی ضرورت ہے حاجتمند احباب معہ نقول سرٹیفکیٹ و تصدیق امرا مقامی بنام سیکرٹری صاحب تحریک جدید اسٹیٹس دار الحمد محلہ دار الانوار قادیان کے نام ارسال فرماویں۔ نیز اس امر سے بھی اطلاع دیں۔ کہ کیا وہ بیس روپیہ مشاہرہ پر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔

انچارج تحریک جدید قادیان

ضرورت رشتہ

ایک صاحب جائداد زمیندار کاشتکار کے لئے جس کی عمر قریباً ۳۰ یا ۳۲ سال ہے۔ ایک کنوارے رشتہ کی ضرورت ہے۔ لڑکی امور خانہ داری سے اچھی طرح واقف اور جوان ہو۔ خواہش مند احباب

ع معرفت منیجر الفضل خط وکتابت کریں۔

قوت حاصل کریں ← صحت کو برقرار رکھیں ← تندرستی کی قدر کریں

امرت بُوٹی رجسٹرڈ

جریان دھات۔ کثرت احتلام ایسی امراض ہیں جن سے انسان کا تمام جسم کھوکھلا ہو کر چستی۔ چالاکی۔ ہوشیاری کا نام و نشان نہیں رہتا۔ چہرہ کا نور۔ عقل کی چمک۔ اور خون کی پیدائش کے کم ہونے سے ایک خوبصورت ہو جاتا ہے۔ آئے دن سینکڑوں بیماریاں اس کی تاک میں بیٹھے کھانسی۔ گاہ جسم کا درد۔ رانوں کا درد۔ پیشاب کی کثرت۔ بدہضمی۔ یرقان۔ کبھی ہے۔ کبھی حافظ کی کمزوری ہے۔ غرض کثرت سے ایسی بیماریاں ہیں جنہیں یہ کاری سے بعض کو جوش جوانی کی اندھیری سے بعض کو کمزوری اعصاب سے نوجوانوں۔ کمزور مردوں کو بوڑھوں کو میں توجہ دلاتا ہوں۔ کہ تندرستی صحت کو برقرار حاصل کرنے کے لئے امرت بوٹی استعمال کریں۔ کمزوری قوت مردانہ کی

خاص رعایت — عید کے دن ڈاکخانہ میں

خط ڈالنے سے امرت بوٹی ۵۰ گولی کی شیشی ۸ کی بجائے صرف ۶ روپیہ میں ۱۰۰ گولی کی شیشی ۱۲/۱۲ کی بجائے معہ برقی مالش کے شیشی ½ اونس کی صرف ۲/۱۰ روپیہ میں ملے گی۔ برقی مالش بے ضرر ہے۔ اس رعایت سے فائدہ اٹھائیں۔

نامراد اور موذی بیماریاں جن ہڈیوں کا پنجر رہ جاتا ہے۔ جسم میں شعور یکسر کافور ہو جاتا ہے۔ نوجوانی نوجوان بڑھاپے کے عالم کا شکار رہتی ہیں۔ کبھی نزلہ۔ کبھی زکام۔ کبھی سر چکراتا ہے۔ کبھی قوت ہاضمہ کی خرابی غریب مبتلا رہتا ہے۔ بعض کو خود غلط ایسی امراض لاحق ہوتی ہیں۔ شادی شدہ کو رکھنے کے لئے اور ان امراض سے نجات زبردست اکسیر ہے۔

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ پنجاب

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی